وَعَلَّمنٰهُ مِن لَدُنّا عِلمًا

علم لدنی

کے دلائل کا جائزہ

از

ابو شہریار

2020

www.islamic-belief.net

ملخص کتاب

اس کتاب میں اہل سنت کی جانب سے پیش کردہ ان دلیلوں پر بات کی گئی ہے جو علم باطن یا علم مکاشفہ یا علم لدنی کے حوالے سے پیش کی جاتی ہیں –

راقم کا موقف ہے کہ الہام سابقہ امتوں میں ہوتا تھا- وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب النبوہ میں صرف سچے خواب ہیں وہ بھی اس وقت آئیں گے جب قرب قیامت ہو، قیامت کی نشانیوں کا دور ظہور ہو –

فہرست

پیش لفظ 5

ابو المنذر علم مبارک ہو..8

علم انبیاء و فرشتے آ کر دیتے ہیں 10

ہر آیت کا ظاہر و باطن ہے ؟...14

دربار سلیمان کی خبر..16

خضر کون ہیں...22

خواب میں غیب کی خبر 38

حارث کا قول ہے...41

خالد کا زہر پینا...46

نزول ملائکہ ہر وقت ؟ 54

ابو مسلم خولانی کا قصہ 57

ساریہ پہاڑ پہاڑ کی طرف...62

ابو بکر رضی اللہ عنہ کا خواب یا کشف 73

زبیر رضی اللہ عنہ کا قول..77

صحو و سکر کا تماشہ..79

ابن تیمیہ کے کشف کا ذکر 88

آدم ، اللہ تعالی کی صورت پر ؟ 90

اسرار حروف اور انسان کامل 93

محدثین کا   کشفی خواب بیان کرنا............................97

کتم   علم کے دلائل..100
علم چھپانے کا حکم نبوی ؟..103
علم باطن ایک راز ہے 118
کعبہ کا اصل ڈیزائن چھپایا جائے ؟..................120

بسم اللہ الرحمان الرحیم

پیش لفظ

علم لدنی کا حوالہ سورہ کہف سے آتا ہے کہ خضر نے موسی علیہ السلام کی بتایا کہ ان کو جو علم حاصل ہے وہ من جانب اللہ ملا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَ عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْماً اور ہم نے اسے اپنی جانب سے علم دیا۔ قرآن میں اللہ تعالی نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی آیات بھی من جانب اللہ ہیں۔سورہ طہ میں ہے وَقَد ءاتَينـٰكَ مِن لَدُنّا ذِكرًا ہم نے تم کو اپنی طرف سے ذکر و نصیحت دی۔

اہل تشیع کے مطابق ائمہ کو علم لدنی حاصل ہے اور صوفیاء کے مطابق ان کے اعلام کو یہ علم حاصل ہے۔ علم لدنی کے اور ناموں میں علم طریقت یا علم عرفان یا علم مکاشفہ یا علم باطن وغیرہ بھی ہیں۔ امام غزالی کتاب احیاء العلوم الدین میں علم مکاشفہ کی تعریف بیان کرتے ہیں

علم المكاشفة وهو علم الباطن وذلك غاية العلوم فقد قال بعض العارفين من لم يكن له نصيب من هذا العلم أخاف عليه سوء الخاتمة

علم مکاشفہ ہی علم باطن ہے اور علوم کا مقصد اسی کو حاصل کرنا ہے بعض عارفین کہتے ہیں جس کو اس کا حصہ نہ مل پائے اس کا خوف ہے کہ اس کا خاتمہ برائی پر ہو گا

طاہر القادری کتاب علم و مصادر علم میں کشف و علم لدنی پر لکھتے ہیں

https://www.minhajbooks.com/english/book/Ilm-awr-Masadir-e-Ilm/read/img/btid/4306/

ابتدائی مقامات پر فائز اولیاء، عرفاء، اصحابِ کشف، اصحابِ علمِ لدنی باطنی معنی کی اس ابتدا تک رسائی حاصل کرتے ہیں، جب کہ معارف اور اسرار و رموز کے اعلیٰ درجے کے منتہی اولیاء، عرفاء، اہل کشف اور اہلِ علمِ لدنی باطنی معنی کی اس انتہا تک رسائی رکھتے ہیں۔ گویا قرآن مجید، احادیث نبویہ اور احکام شرعیہ کے اندر چھپے ہوئے اسرار و رموز، معارف اور آیات کے مختلف معانی سے پردہ اُٹھ جانا کشف کہلاتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کسی کے قلب اور نفس کو تزکیہ اور

اس کتاب میں کتاب و سنت کے حوالے سے علم لدنی کے دلائل پر بات کی گئی ہے جو علم لدنی یا علم خواص پر پیش کی جاتی ہیں - تصوف ناپسند حلقوں میں انہی دلائل کو علم احسان و تذکیہ کا نام دیا جاتا ہے -

قابل غور ہے کہ انبیاء و رسل پر الوحی آتی ہے –ان کا خواب بھی الوحی کی قسم ہے - قرآن سے یہ سب ثابت ہے البتہ بحث اس میں ہے کہ کیا بعد وفات النبی کیا کسی امتی پر بھی غیب کو کشف کیا جا سکتا ہے ؟ اس کے کیا دلائل ہیں جو صوفیاء نے اپنے خواص کے حوالے سے بیان کیے ہیں جن کو

متصوفانہ تحاریر میں اولیاء اللہ کہا جاتا ہے - یعنی اس کتاب کا مدعا غیر نبی پر کشف غیب کے دلائل کا جائزہ لینا ہے —

گزشتہ امتوں کے لئے معلوم ہے کہ ان میں کرامات ہو جاتی تھی مثلا اصحاب کہف کا برسوں سوتے رہنا، مریم علیہ السلام تک رزق پہنچنا، کھجوروں کا ان پر گرنا، حدیث غار وغیرہ - کرامات امت محمد میں بھی موجود ہیں لیکن امت محمد میں الہام اب بند ہے کیونکہ صحیح حدیث میں ہے کہ غیبی خبر میں سے اب صرف سچا خواب ہے، وہ بھی قرب قیامت میں مومنوں کو آئے گا- محدثوں (الہام والوں) کے وجود کے قائل اہل سنت کے مطابق اولیاء اللہ کو نیند، خواب، بیداری سب میں کشف ہوتا ہے، الہام ہوتا ہے —بعض سلفی و اہل حدیث فرقے بھی اس کے قائل ہیں - ان کی دلیلوں میں وہ واقعہ ہے جس میں عمر رضی اللہ عنہ کو منبر پر سے جنگ کا منظر نظر آتا ہے یا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا قول ہے جو حاملہ بیوی ے پیٹ کے اندر اولاد مادہ پر ہے گویا ابو بکر یہ تک جان گئے کہ ہونے والا بچہ ہے یا بچی ہے- راقم نے ان روایات پر اس کتاب میں بحث کی ہے —

علم کشف کو چھپایا بھی جاتا ہے، ہر ایک پر پیش نہیں کیا جاتا- اس کو اس کتاب میں کتم علم کہا گیا ہے

ابو شہریار

۲۱ رمضان ۱۴۴۱ھ

ابوالمنذر علم مبارک ہو

صوفیاء کہتے ہیں کہ علم خواص ایک القا کی طرح آتا ہے مثلا صحیح مسلم میں ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُبَیّ ابن کَعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: اے ابُوالمُنذِر کیا جانتے ہو کہ تمہارے پاس کتابُ اللہ کی کون سی شاندار آیت ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ ورسول ہی جانیں۔ فرمایا: اے ابُوالمُنذِر کیا جانتے ہو تمہارے پاسِ کتابُ اللہ کی کون سی شاندار آیت ہے؟ میں نے عرض کیا اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ۔اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ تو نبی صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا: اے ابُوالمُنذِر تمہیں عِلم مُبارک ہو

اس روایت سے دلیل لی جاتی ہے کہ یہ علم باطن ہے جو من جانب اللہ آیا ہے – راقم کہتا ہے یہ تو شاعر بھی کہتے ہیں کہ ان پر آمد ہو رہی ہیں یعنی ان کو نئے طرز سے بات کہنے کا خیال آ رہا ہے مثلا غالب کا شعر ہے

آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں

غالبؔ صریر خامہ نوائے سروش ہے

یہاں حدیث میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے آیت الکرسی کی فضیلت کا ذکر کیا تو یہ تو اس حدیث کے معلوم ہونے سے قبل بھی لوگوں کو معلوم تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی اس پر بہت سی احادیث ہیں۔

المراۃ المناجیح جو مشکوۃ شریف کی اردو میں شرح ہے اور مفتی احمد یار خاں نعیمی اشرفی بدایونی کی تالیف ہے اس میں علم باطن کی دلیل پر لکھا ہے

یعنی اے اُبَیّ ! تمہیں یہ علمِ لدنّی مُبارک ہو کہ بغیر کتابیں پڑھے داتا کی دَین (یعنی عطا) اور راہبرِ کامل کی ایک نگاہِ کرم سے تمہیں سب کچھ مل گیا۔

اللہ یار خان کتاب علم و عرفان میں لکھتے ہیں کہ

دور صحابہؓ میں کشف و الہام بغیر ریاضت و مجاہدہ کے حاصل ہو جاتا تھا۔ صحبت رسولؐ کی موجودگی میں کسی اور چیز کی ضرورت نہیں تھی۔

علم انبیاء و فرشتے آ کر دیتے ہیں

امام غزالی کا قول طاہر القادری کتاب حقیقت تصوف میں درج کرتے ہیں

آپ صوفیہ کے مشاہدہ کی نسبت فرماتے ہیں۔

و من اول الطریقۃ تبتدیٔ اور ابتداء طریقت میں مکاشفات

۴۸

المکاشفات و المشاھدات حتی انھم	و مشاہدات شروع ہو جاتے ہیں۔ یہاں
فی یقظتھم لیشاھدون الملائکۃ و	تک کہ عین حالت بیداری میں وہ ملائکہ
ارواح الانبیاء و یسمعون منھم	اور ارواح انبیاء کا مشاہدہ کرتے ہیں۔
اصواتا و یقتبسون منھم فوائد	ان کی آوازیں سنتے اور ان سے کسب
(المنقذ من الضلال:۵۰)	فیض کرتے ہیں۔

اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ ارواح کوئی مقید نہیں ہیں نہ ان کا امساک کیا جاتا ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے کہ جس پر موت کا حکم لگتا ہے اس کی روح کو روک لیا جاتا ہے۔ غزالی اہل طریقت کا مذھب نقل کرتے ہیں کہ سالک بیداری میں ہی انبیاء کو دیکھتا ہے۔ دیوبندی انور کشمیری نے شرح صحیح البخاری میں بیان کیا ہے کہ بہت سے علماء نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری میں دیکھا ہے۔ فیض الباری میں انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں

ويمكن عندي رؤيته صلى الله عليه وسلّم يقظةً لمن رزقه الله سبحانه كما نقل عن السيوطي رحمه الله تعالى - وكان زاهدًا متشددًا في الكلام على بعض معاصريه ممن له شأن - أنه رآه صلى الله عليه وسلّم اثنين وعشرين مرة وسأله عن أحاديث ثم صححها بعد تصحيحه صلى الله عليه وسلّم

میرے نزدیک بیداری میں بھی رسول اللہ کو دیکھنا ممکن ہے جس کو اللہ عطا کرے جیسا سیوطی سے نقل کیا گیا ہے جو ایک سخت زاہد تھے... انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ۲۸ مرتبہ دیکھا اور ان سے احادیث کی تصحیح کے بعد ان کو صحیح قرار دیا

انور شاہ نے مزید لکھا

والشعراني رحمه الله تعالى أيضًا كتب أنه رآه صلى الله عليه وسلّم وقرأ عليه البخاري في ثمانية رفقة معه

الشعرانی نے رسول اللہ کو دیکھا اور ان کے سامنے صحیح بخاری اپنے ۸ رفقاء کے ساتھ پڑھی

جلال الدین سیوطی الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۳۱۳ میں بہت سے علماء و صوفیا کے اقوال نقل کیے

ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی روح اقدس کو ملکوت ارض و سما میں تصرف وسیع عطا کر دیا ہے، دن ہو یا رات، عالم خواب ہو یا عالم بیداری،

جس وقت اور جب بھی چاہیں کسی بھی غلام کو اپنے دیدار اور زیارت سے نواز سکتے ہیں، جسے چاہیں چادر مبارک عطا کر جائیں اور جسے چاہیں موئے مبارک دیں۔

الآلوسی (المتوفى: 1270ھ-) سورہ الاحزاب کی تفسیر میں روح المعانی میں لکھتے ہیں

وأيد بحديث أبي يعلى «والذي نفسي بيده لينزلن عيسى ابن مريم ثم لئن قام على قبري وقال يا محمد لأجيبنه» . وجوز أن يكون ذلك بالاجتماع معه عليه الصلاة والسّلام روحانية ولا بدع في ذلك فقد وقعت رؤيته صلّى الله عليه وسلم بعد وفاته لغير واحد من الكاملين من هذه الأمة والأخذ منه يقظة

اور اس کی تائید ہوتی ہے حدیث ابی یعلی سے جس میں ہے کہ وہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ضرور عیسیٰ نازل ہوں گے پھر جب میری قبر پر آئیں گے اور کہیں گے یا محمد میں جواب دوں گا اور جائز ہے کہ یہ اجتماع انبیاء کا روحانی ہو اور یہ بعید بھی نہیں کیونکہ اس امت کے ایک سے زائد کاملین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد وفات بیداری میں دیکھا ہے

راقم اس سے متفق نہیں ہے ابی یعلی کی روایت کو منکر سمجھتا ہے-اسی تفسیر میں سورہ یس کے تحت آلوسی لکھتے ہیں

والأنفس الناطقة الإنسانية إذا كانت قدسية قد تنسلخ عن الأبدان وتذهب متمثلة ظاهرة بصور أبدانها أو بصور أخرى كما يتمثل جبريل عليه السلام ويظهر بصورة دحية أو بصورة بعض الأعراب كما جاء في صحيح الأخبار حيث يشاء الله عز وجل مع بقاء نوع تعلق لها بالأبدان الأصلية يتأتى معه صدور الأفعال منها كما يحكى عن بعض الأولياء قدست أسرارهم أنهم يرون في وقت واحد في عدة مواضع وما ذاك إلا لقوة تجرد أنفسهم وغاية تقدسها فتمثل وتظهر في موضع وبدنها الأصلي في موضع آخر

نفس ناطقہ انسانی جب پاک ہو جاتا ہے تو اپنے بدن سے جدا ہو کر مماثل ظاہری ابدان سے یا کسی اور صورت میں ظاہر ہوتے ہیں جیسے کہ جبریل کی شکل میں یا دحیہ کلبی کی صورت یا بدو کی صورت جیسا کہ صحیح احادیث میں آیا ہے جیسا اللہ چاہے اس بدن کی بقاء کے ساتھ جو اصلی بدن سے بھی جڑا ہوا ایک ہی وقت میں لیکن کئی مقام پر ہو اس طرح حکایت کیا گیا ہے اولیاء سے جن کے پاک راز ہیں کہ ان کو ایک ہی وقت میں الگ الگ جگہوں پر دیکھا گیا

اس طرح آلوسی نے یہ ثابت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی وقت میں کئی مقام پر ظاہر ہو سکتے ہیں- آج یہ عقیدہ بریلویوں کا ہے --راقم سلف کے اس فلسفے کو رد کرتا ہے

ہر آیت کا ظاہر و باطن ہے؟

ایک حدیث پیش کی جاتی ہے کہ قرآن میں باطنی علوم بھی ہیں- صحیح ابن حبان باب ذِكْرُ الْعِلَّةِ الَّتِي مِنْ أَجْلِهَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَمَا جَهِلْتُمْ مِنْهُ فَرُدُّوهُ إِلَى عَالِمِهِ" میں ہے

أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْهَمْدَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ – سُوَيْدٍ الرَّمْلِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيِّ عن أبي الأحوص عن بن مسعود رضي الله تعالى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أُنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ لكل آية منها ظهر وبطن

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے- ہر آیت کا ایک ظاہر ہے ایک باطن ہے

شعیب الأرنؤوط کہتے ہیں

إسناده حسن، إن كان أبو إسحاق هو الهداني كما ذكر المؤلف وهو عمرو بن عبد الله السبيعي، ولين إن كان إبراهيم بن مسلم الهجري، كما رواه الطبري في "تفسيره" "11" و كلاهما يكنى أبا إسحاق، و كل منهما قد روى عن أبي الأحوص عوف بن مالك الجشمي.

اس کی سند حسن ہے اگر یہ ابو اسحاق ہمدانی ہے جیسا کہ مولف نے ذکر کیا ہے جو عمرو بن عبد اللہ ہے اور کمزور ہے اگر یہ راوی ابراہیم بن مسلم ہے جیسا طبری نے روایت کیا ہے اپنی تفسیر میں اور ان دونوں کی کنیت ابو اسحاق ہے اور ان دونوں نے ابو الاحوص سے روایت کیا ہوا ہے

دربار سلیمان کی خبر

جب سلیمان نے سوال کیا کہ کون ہے جو ملکہ سبا کا عرش یہاں یروشلم میں لے آئے تو

قال عفريت من الجن أنا آتيك به قبل أن تقوم من مقامك

وإني عليه لقوي أمين

قال الذي عنده علم من الكتاب أنا آتيك به قبل أن يرتد

إليك طرفك فلما رآه مستقرا عنده قال هذا من فضل ربي

ليبلوني أأشكر أم أكفر ومن شكر فإنما يشكر لنفسه ومن

كفر فإن ربي غني كريم

عفریت میں سے ایک نے کہا میں لاتا ہوں اس سے پہلے کہ یہ اجلاس برخاست ہو اس پر ایک شخص جس کو کتاب کا علم تھا اس نے کہا میں اس کو پلک جھپکتے میں ہی لاتا ہوں اور یکایک عرش اہل دربار کے سامنے تھا۔ سلیمان نے اس پر اللہ کا شکر ادا کیا

ڈاکٹر طاہر القادری کتاب علم و مصادر علم میں لکھتے ہیں سلیمان علیہ السلام نے پوچھا کون تخت لا سکتا ہے - یہ سوال اسی سے کیا جا سکتا ہے جو ....

اُس تخت کو دیکھ بھی رہا ہو کہ وہ کہاں پڑا ہے؟ اُس کا راستہ بھی معلوم ہو اور یہاں پیش کرنے کی قدرت، تصرف اور طاقت بھی رکھتا ہو۔ اللہ کا نبی بذاتِ خود پوچھ رہا ہے۔ اگر یہ ناممکن ہو تو اللہ کا نبی اپنے درباریوں سے یہ سوال ہی نہ کرے۔ قابلِ غور بات ہے کہ جن لوگوں سے پوچھا جا رہا ہے، اُن میں کوئی نبی بھی نہیں ہے۔ قرآن مجید کی یہ آیت اِس بات پر بھی دلالت کرتی نظر آتی ہے کہ کشف غیر نبی کو بھی ہو سکتا ہے، اس لیے حضرت سلیمان ﷺ اپنے درباریوں سے پوچھ رہے ہیں جو اولیاء، صلحاء اور آپ کے اصحاب میں سے ہیں۔ واضح رہے کہ اُس وقت ان کے دربار میں جنات اور انسان دونوں طبقے موجود تھے۔ حضرت سلیمان ﷺ نے یہ سوال دانستہ کیا، اگر یہ ناممکن چیز ہوتی تو اللہ کا نبی اُن سے یہ سوال کبھی نہ کرتا۔ آپ کے اس سوال پر درباریوں کی طرف سے جواب آنا شروع ہوگئے:

قَالَ عِفۡرِيۡتٌ مِّنَ الۡجِنِّ اَنَا اٰتِيۡكَ بِهٖ قَبۡلَ اَنۡ تَقُوۡمَ مِنۡ مَّقَامِكَ وَاِنِّىۡ عَلَيۡهِ لَقَوِىٌّ اَمِيۡنٌ۝ (۱)

ایک قوی ہیکل جن نے عرض کیا: میں اسے آپ کے پاس لاسکتا ہوں قبل اس کے کہ آپ اپنے مقام سے اُٹھیں اور بے شک میں اس (کے لانے) پر طاقتور (اور) امانت دار ہوں۝

حضرت سلیمان ﷺ نے اُس قوی ہیکل جن کی یہ پیشکش قبول نہیں فرمائی۔ (کیوں قبول نہیں فرمائی؟ اِس واقعہ کی تفصیل میں نہیں جا رہے کیونکہ یہاں صرف کشف کا نکتہ بیان کرنا مقصود ہے۔) اس قوی ہیکل جن کے بعد آصف بن برخیا نامی ایک ولی اللہ اٹھے، جو جنات میں سے نہیں بلکہ ایک بشر تھے۔ قرآن مجید اُن کا تعارف ان الفاظ میں کرواتا ہے:

قَالَ الَّذِىۡ عِنۡدَهٗ عِلۡمٌ مِّنَ الۡكِتٰبِ. (۲)

(پھر) ایک ایسے شخص نے عرض کیا جس کے پاس (آسمانی) کتاب کا کچھ علم تھا۔

سلیمان ﷺ پر نازل ہونے والا صحیفہ قرآن مجید سے بڑے رتبے والا تو نہیں تھا۔ جیسے سب انبیاء کرام ﷺ میں سے خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ کا مقام و مرتبہ سب سے اعلیٰ اور افضل ہے عین اسی طرح قرآن مجید کی فضیلت تمام الہامی کتابوں اور صحائف میں سب سے بلند و برتر ہے۔ آج قرآن مجید کا علم رکھنے والے ہزاروں بلکہ لاکھوں علماء موجود ہیں تو کیا وہ ہزاروں میلوں کی مسافت سے کشف کے ذریعے تخت دیکھ سکتے اور اسے لا سکتے ہیں؟ اگر ظاہری علم رکھنے والے ایسا نہیں کر سکتے تو سوال یہ ہے کہ وہ کون سا علم تھا جو آصف بن برخیا کے پاس تھا؟

ثابت ہوگیا کہ وہ علم علمِ ظاہر نہیں تھا۔ قرآن مجید کا ظاہری علم رکھنے والے بھی لاکھوں کی تعداد میں مشرق سے مغرب تک موجود ہوں گے تو کیا وہ سب اصحابِ کشف بھی ہیں؟ کیا وہ سبھی اصحابِ تصرف بھی ہیں؟ نہیں! ایسا نہیں ہے۔ تو پھر ظاہری علم کے علاوہ وہ کون سا علم ہے جو پردے اٹھا کر کشف عطا کر رہا ہے؟ وہ علم جو القدس (مسجد اقصیٰ) میں حضرت سلیمان ﷺ کے دربار میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو پردے اٹھا کر یمن میں ملکہ بلقیس کا تخت دکھا رہا ہے؟ وہ علم دراصل علمِ باطن ہے، وہ کشف اور مکاشفہ ہے۔ قرآن مجید نے اس نکتہ کو سمجھانے کے لیے عِلۡمٌ مِّنَ الۡكِتَاب پر تاکید کی کہ اب جن کی بات نہیں ہو رہی، اس کی پیشکش آپ نے رد کر دی ہے، اب یہ انسان ہے۔ اولیاء و صالحین اور آپ کے صحابہ میں سے ہے۔ وہ علم ظاہری نہیں بلکہ باطنی علم رکھتے تھے۔ وہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا:

اَنَا اٰتِيۡكَ بِهٖ قَبۡلَ اَنۡ يَّرۡتَدَّ اِلَيۡكَ طَرۡفُكَ. (۱)

میں اسے آپ کے پاس لاسکتا ہوں قبل اس کے کہ آپ کی نگاہ آپ کی طرف پلٹے (یعنی پلک جھپکنے سے بھی پہلے)۔

معلوم ہوا کہ اگر انسان کو علمِ لدنی، علمِ کشف، علمِ باطنی اور مرتبۂ ولایت نصیب ہو جائے تو اس کی روحانی طاقت جنات سے بھی بڑھ جاتی ہے۔ وہ قوی ہیکل جن جنات کا سردار

سلیمان علیہ السلام کو جو بادشاہت ملی ایسی دنیا میں کسی کو نہ ملی، ان کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا گیا، شریر جنات کو ان کے تحت کر دیا کہ وہ ان کو عذاب بھی دیتے اگر سرکشی کرتے - وہ پرندوں اور

حشرات الارض کا کلام سن لیتے وہ بھی فاصلے سے۔ ان کے دربار میں لوگوں کا علم اس قدر کر دیا گیا کہ وہ ملکہ سبا کا تخت اس کے ملک سے ارض مقدس لے آئے۔ ایسا انعام سلیمان سے پہلے نہ کسی کو ملا نہ ان کے بعد۔

دربار میں جو شخص تھا اس کو کتاب اللہ پر عبور تھا غالباً زبور پر کہ اس میں کسی آیت سے وہ یہ جان گیا کہ اللہ کے اسم اعظم سے دعا کی جائے تو اللہ کے حکم سے یہ چیز پلک جھپکتے میں ہو جائے گی اور جن کو جا کر لانے کی ضرورت نہیں لہذا اس نے پورے یقین کے ساتھ سلیمان علیہ السلام سے کہا کہ اپ پس سبا کی طرف دیکھیے اور اس نے وہ دعا کی اور وہ اسی وقت پوری ہو گئی اور اللہ کا حکم کن فیکون ہو گیا

بس یہ سادہ سی بات ہے اس میں کتاب اللہ کو پڑھنے والا ایک مومن شخص ہے جبکہ اہل طریقت تو شریعت الہی کے مخالف ہیں وہ کتاب اللہ سے علم نہیں لیتے بلکہ تپسیا اور سلوک سے کشف غیب کرتے ہیں اس کتاب اللہ سے علم لینے مومن سے ان صوفیوں کا کیا مقابلہ

یعنی سلیمان کتاب اللہ کی اس آیت سے وہ مفہوم نہیں لے پائے جو اس مومن بندے نے لیا اور وہ واقعی حق ہو گیا۔ یہ اللہ کا سلیمان پر انعام تھا کہ ان کا درباری بھی علم والا تھا۔ اللہ بعض اوقات انبیاء کے متبعین پر جتا دیتا ہے کہ اصلی علم اللہ ہی کے پاس ہے اور انبیاء کو جو علم مل رہا ہے وہ اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

لہذا ہم صرف یہ کہیں گے کہ اللہ نے سلیمان کے دربار میں ایک مومن شخص کو کتاب اللہ یا زبور کی ایک آیت اس وقت یاد دلا دی اور وہ اس نے سلیمان سے بیان کی جس کی طرف ان کا ذہن نہیں گیا تھا اس سے سلیمان نے جان لیا کہ اللہ نے ان پر احسان کیا کہ ان کے درباری کو اس وقت علم دیا جس کی طرف ان کا ذہن نہیں گیا تھا

تفسیر رازی میں ہے کہ اس شخص پر اقوال ہیں[1]

1

ابن عباس سے منسوب قول ضعیف ہے - تفسیر ابی حاتم میں سند ہے
حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الأَشَجُّ، ثنا أَبُو أُسَامَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ يَعْنِي قَوْلَهُ: الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنَ الْكِتَابِ قَالَ آصِفُ كَاتِبُ سُلَيْمَانَ عَلَيْهِ السَّلامُ.

قتادہ سے منسوب قول کی سند ہے
حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، أَنْبَأَ الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ النَّرْسِيُّ، ثنا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ قَوْلُهُ: قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنَ الْكِتَابِ وَكَانَ رَجُلا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ يَعْلَمُ اسْمَ اللَّهِ الأَعْظَمِ الَّذِي إِذَا دُعِيَ بِهِ أَجَابَ.

یہ سند صحیح ہے

تفسیر طبری میں ہے
حدثنا القاسم، قال: ثنا الحسين، قال: ثنا أبو سفيان، عن معمر، عن قَتادة: (قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنَ الْكِتَابِ) قال: رجل من بني آدم، أحسبه قال: من بني إسرائيل، كان يعلم اسم الله الذي إذا دعي به أجاب.
اس کی سند حسن ہے

قَوْلُ ابْنِ مَسْعُودٍ: إِنَّهُ الْخَضِرُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَثَانِيهَا: وَهُوَ الْمَشْهُورُ مِنْ قَوْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ: إِنَّهُ : آصَفُ بْنُ بَرْخِيَا وَزِيرُ سُلَيْمَانَ، وَكَانَ صِدِّيقًا يَعْلَمُ الِاسْمَ الْأَعْظَمَ إِذَا دَعَا بِهِ أُجِيبَ وَثَالِثُهَا: قَوْلُ قَتَادَةَ: رَجُلٌ مِنَ الْإِنْسِ كَانَ يَعْلَمُ اسْمَ اللَّهِ الْأَعْظَمِ وَرَابِعُهَا: قَوْلُ ابْنِ زَيْدٍ: كَانَ رَجُلًا صَالِحًا فِي جَزِيرَةٍ فِي الْبَحْرِ، خَرَجَ ذَلِكَ الْيَوْمَ يَنْظُرُ إِلَى سُلَيْمَانَ وَخَامِسُهَا: بَلْ هُوَ سُلَيْمَانُ نَفْسُهُ وَالْمُخَاطَبُ هُوَ الْعِفْرِيتُ الَّذِي كَلَّمَهُ،

ابن مسعود کا قول ہے کہ یہ خضر تھے اور یہی مشہور ہے۔ابن عباس کا قول ہے یہ وزیر سلیمان اصف بن برخیاہ تھے جو سچے تھے اسم الاُعظَمَ کے جاننے والے اس سے دعا کی اور وہ قبول ہوئی۔ تیسرا قول قتادہ کا ہے کہ یہ کوئی شخص تھا جو اسم الاُعظَمَ سے واقف تھا۔چوتھا قول ابن زید کا ہے یہ کوئی صالح مرد تھا کسی سمندر میں اس میں سے نکلا تھا اور پانچواں ہے کہ بلکہ یہ سلیمان خود تھے

ڈاکٹر عثمانی رحمہ اللہ علیہ نے اس پانچویں قول کو پسند کیا ہے اور سوالات کے جواب میں اپنی تفسیری رائے دی ہے کہ سلیمان علیہ السلام (نے ایک طرح خود کلامی کرتے ہوئے) کہا کون درباری ہے جو تخت بلقیس لائے؟ پھر خود ہی لے آئے۔

راقم نے قتادہ کے قول کو پسند کیا ہے کیونکہ یہ متن قرآن سے قریب ہے-

خضر کون ہیں

قرآن سورہ کہف کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کی گئی کہ آئندہ ایسامت کہنا

وَلَا تَقُولَنَّ لِشَيْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَلِكَ غَدًا (23) إِلَّا أَنْ يَشَاءَ (22
اللَّهُ وَاذْكُرْ رَبَّكَ إِذَا نَسِيتَ وَقُلْ عَسَى أَنْ يَهْدِيَنِ رَبِّي لِأَقْرَبَ
مِنْ هَذَا رَشَدًا

اور کسی چیز پر مت کہنا کہ میں کل کر دوں گا سوائے اس کے کہ اگر اللہ نے چاہا اور اپنے رب کا ذکر کرو اگر بھول جاؤ اور کہو ہو سکتا ہے وہ میرا رب رہنمائی کرے اس میں ہدایت کے قریب تر بات کی طرف

یہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی نفی کی گئی ہے۔ اگر ان کو علم غیب ہوتا تو ضرور معلوم ہوتا کہ کل کیا ہو گا یا کل وہ کیا کام کریں گے۔ اس حوالے سے حکم دیا گیا کہ اللہ کا ذکر کیا کرو

سورہ کہف کے قصے اہل کتاب کے سوالات کے جواب میں بیان ہوئے۔ اس میں خضر و موسی کا ذکر ہے کہ موسی علیہ السلام نے ایک روز تقریر کی اور آخر میں ایک آدمی نے سوال کیا کہ کیا آپ سے زیادہ کسی کو علم ہے؟ موسی نے فرمایا نہیں۔ اس وقت الوحی کی گئی کہ ایک بندہ خضر ہے۔ اس سے جا کر ملو۔ صحیح بخاری کی حدیث ہے

بَيْنَمَا مُوسَى فِي مَلَإٍ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ، إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ:

أَتَعْلَمُ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنْكَ؟ قَالَ مُوسَى: لاَ، فَأَوْحَى اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ

إِلَى مُوسَى: بَلَى، عَبْدُنَا خَضِرٌ

موسی بنی اسرائیل کے سرداروں کے ساتھ تھے کہ ایک آدمی آیا اور کہا کیا اپ جانتے ہیں کسی کو جس کو اپ سے بڑھ کر علم ہو؟ موسی نے کہا نہیں پس اللہ نے الوحی کی کہ نہیں خضر ہے

پس مالک کائنات لوگوں پر اور انبیاء پر اس وقت جتا دیتا ہے کہ وہی علیم ہے کوئی اور نہیں اور علم جس کو چاہے دے- لہذا موسی سے کہا جاتا ہے جا کر ایک بندے خضر سے ملو اور قرآن میں بھی اس کو بیان کیا تا کہ لوگ جان لیں کہ علم اللہ کے پاس ہے جس کو چاہے دے- ان واقعات سے انبیاء کے علم کا محدود ہونا بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہ اتنا ہی جان سکے جتنا ان کو علم دیا گیا اس سے زیادہ نہیں- لہذا ایک بندے خضر سے ملنے کا کہا گیا جنہوں نے وہ کام کیے جو اللہ نے حرام کیے ہیں لیکن ہر کام پر کہا یہ میں نے اللہ کے حکم سے کیا- اس سے زیادہ قصے میں نہیں ہے چہ جائیکہ اس سے نام نہاد صوفیاء کا استخراج کیا جائے

خضر کون تھے؟ قرآن میں اس پر کوئی کلام نہیں- وہ جو بھی تھے وہ موسی پر جتاتے رہے کہ وہ اللہ کے حکم سے کر رہے ہیں اور موسی علیہ السلام اس کو جان نہ سکے اور بار بار پوچھتے رہے یہ سب کیوں اور کیا ہو رہا ہے؟ اس کا مقصد تھا کہ موسی علیہ السلام پر جتایا جائے کہ علم من جانب اللہ ہے کسی بھی دے سکتا ہے-

خضر کے حوالے سے دو آراء علماء نے بیان کی ہیں - ایک یہ ہے کہ یہ انسان تھے

قرآن میں لقمان کا ذکر ہے کہ انہوں نے جو باتیں کیں وہ حکمت والی تھیں یہ حکمت من جانب اللہ تھی لیکن یہ اللہ کا احسان ہے کہ حکمت دیتا ہے اور پھر اس بندے کا کتاب اللہ میں ذکر کر دیتا ہے لقمان کی نبوت کا قرآن میں کوئی ذکر نہیں ہے نہ حدیث میں ہے ان کو حکیم کہا جاتا ہے

یعنی انسانوں میں بعض کو اللہ حکمت دیتا ہے کہ وہ کسی کام یا بات یا واقعہ کو دیکھ کر اس کے انجام تک پہنچ جاتے ہیں - خضر انسان تھے تو وہ ایک حکیم تھے جنہوں نے جان لیا کہ اس کشتی کا کیا انجام ہو گا اور وہ اس علاقے کے ہوں گے کہ جانتے ہوں کہ یہ کس کی ہے- اسی طرح دیوار میں یقینا کوئی نشانی مضمر ہو گی جس سے والدین نے چاہا ہو کہ جوان ہو کر بچے اس کی مرمت ضرور کریں گے اور پوشیدہ خزانہ پا لیں گے لیکن خضر اس کو بھانپ گئے کہ کوئی اس طرح کی گرتی دیوار کیوں بنانے گا انہوں نے اس دیوار کو سیدھا کر دیا کہ کہیں کوئی اور اس بات کو بھانپ نہ لے اور قبل از وقت دیوار کی بنیاد کھود دی جائے یا وہ تیز ہوا سے گر جائے- اسی طرح نابکار بچے کو دیکھ کر انہوں نے اس کو قتل کر دیا، کہتے ہیں پوت کے پاؤں پالنے میں ہی دکھ جاتے ہیں-

دور خضر میں اس وقت دنیا میں شریعت موسوی تھی جو بنی اسرئیل کے لئے خاص تھی تمام دنیا کے لئے نہیں تھی –خضر چونکہ بنی اسرائیلی نہیں تھے ان پر شریعت موسوی کی پابندیاں نہیں تھیں وہ

اپنے عمل میں آزاد تھے ۔ دور قدیم میں اللہ تعالی نے خبر دی کہ اس نے مومنوں پر القا کیا مثلا ام موسی کو حکم ہوا کہ موسی کو دریا برد کر دیں ۔ یہ القا نبوت کی مد میں نہیں تھا اسی طرح خضر پر القا ہونا میں کوئی عیب نہیں ہے لیکن خاتم النبین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کوئی چیز اس میں نہیں رہی سوائے سچے خواب کے ۔ جب سے شریعت محمدی آئی ہے یہ القا والی چیز ختم ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانیت پر حجت ہیں اور ان کی شریعت پر عمل لازم ہے لہذا اب کوئی مکاشفہ دلیل نہیں رہا۔ کسی صوفی کے مکاشفہ سے قتل ویسے بھی جائز نہیں ہو سکتا۔ اس صوفی پر حد شرعی لگے گی اگر پکڑ لیا جائے ۔ یہ جہالت ہے کہ پھر بھی صوفیوں کی طرف سے واقعہ خضر کو بطور دلیل بار بار پیش کیا جاتا ہے

طبری میں ہے

حدثنا ابن حميد، قال: ثنا سلمة، قال: ثنا ابن إسحاق، عن الحسن بن عمارة، عن الحكم بن عتيبة، عن سعيد بن جبير، قال: جلست فأسْنَدَ ابن عباس ... (خضر) وكان رجلا يعلم علم الغيب

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خضر ایک

ایسے شخص تھے جس کو علم غیب پتا تھا

اس روایت کی سند میں الحسن بن عمارة بن المضرب قاضی بغداد المتوفی ۱۵۳ھ ہے۔ شعبہ کہتے ہیں کذاب ہے اور محدثین کی ایک جماعت کے نزدیک متروک ہے۔ میزان الاعتدال فی نقد الرجال از الذہبی کے مطابق

روى الحسن بن عمارة أحاديث عن الحكم، فسألنا [الحكم] عنها، فقال: ما سمعت منها شيئا.

حسن بن عمارہ نے الحکم سے روایت کیا پھر ہم نے ان روایات کے بارے میں الحکم سے پوچھا تو انہوں نے کہا اس نے مجھ سے کچھ نہ سنا

اور کہا وقال أحمد بن سعيد الدارمي: حدثنا النضر بن شميل، حدثنا شعبة، قال: أفادني الحسن بن عمارة عن الحكم سبعين حديثاً، فلم يكن لها أصل

حسن بن عمارہ نے الحکم بن عتیبة سے ستر احادیث روایت کیں جن کا کوئی اصل نہیں ہے

حیرت ہے کہ ابن کثیر نے بھی اس روایت کو تفسیر میں بلا جرح نقل کیا ہے اور السیوطی نے الدر المنثور میں اس روایت کو بیان کیا ہے۔

ابن العربی نے لیکن اس واقعہ سے نتیجہ اخذ کیا (طبقات الشعرانی ج 1 ص 68 ط دار العلم للجمیع)

مقام النبوة في برزخ ** فويق الرسول ودون الولي

نبوت کا مقام ایک آڑ میں ہے

رسول سے اوپر ولی سے الگ

یعنی یہ نقشہ ہوا

نبوت | الولی

رسول

یعنی ولایت بھی نبوت کے ہم پلہ کوئی شی ہے۔ اللہ جس کو چاہے گمراہ کرے یہاں قرآن کے ان واقعات سے صوفیا گمراہ ہوئے اور یہ عقیدہ اختیار کر لیا کہ ہم بھی کوئی چیز ہیں زمانے میں۔ ان کے نزدیک دو طرح کے لوگ ہیں ایک عارفین ہیں جو شریعت پر عمل نہیں کرتے اور دوسرے وہ جو عارف بھی ہیں اور باشرع بھی۔

ڈاکٹر طاہر القادری کتاب علم و مصادر علم میں لکھتے ہیں

محدثین اور شارحینِ حدیث نے مزید بیان کیا ہے کہ حضرت خضر ؑ نے فرمایا:

يَا مُوْسٰى، إِنَّ لِي عِلْمًا لَا يَنْبَغِي لَكَ أَنْ تَعْلَمَهُ (أَي جَمِيْعَهُ). وَإِنَّ لَكَ عِلْمًا لَا يَنْبَغِي لِي أَنْ أَعْلَمَهُ (أَي جَمِيْعَهُ). (۲)

522 علم اور مصادرِ علم

اے موسیٰ! بے شک میرے پاس اپنا (خاص) علم ہے، آپ کے لیے ضروری نہیں کہ آپ وہ سارے کا سارا جان لیں۔ اور آپ کے پاس اپنا (خاص) علم ہے، میرے لیے ضروری نہیں کے میں وہ سارے کا سارا جان لوں۔

ائمہ نے بیان کیا ہے کہ اس علمِ باطن کا مطلب یہ نہیں کہ حضرت موسیٰ ؑ کے پاس وہ علم بالکل نہیں تھا۔ ایسا نہیں ہے! ان کے پاس وہ خاص علم اتنا ضرور تھا کہ جتنا ایک پیغمبر کے لیے اپنی اُمت کی اصلاح کے لیے ضروری تھا۔ حضرت موسیٰ ؑ علمِ شریعت میں بہت اونچے تھے، مگر اِس کا مطلب یہ نہیں کہ حضرت خضر ؑ کے پاس وہ علم شرعی یا علم ظاہر بالکل نہیں تھا۔ ایسا بالکل نہیں ہے۔ ان کے پاس شریعت کا علم اتنا ضرور تھا جتنا اُن کے لیے ضروری تھا، مگر علمِ باطن میں وہ آگے اور خاص تھے۔ حضرت موسیٰ ؑ علمِ ظاہر اور علمِ شریعت میں ان سے بہت آگے تھے۔ دونوں ہستیوں کا مقام و مرتبہ جدا اور اپنے اپنے دائرہ کار میں بہت بلند تھا۔

اس سے ان کا مقصد خضر اور موسی علیہ السلام کی طرف ہے کہ خضر نے قتل کیا انہوں نے دیوار گرائی انہوں نے کشتی میں چھید کیا یہ سب منکر کام تھے خضر ولی عارف تھے دوسری طرف کتاب اللہ والے موسی ہیں جو شریعت والے ہیں عارف ہیں - اسطرح ان صوفیوں نے ان چند واقعات سے اپنی پوری دنیا آباد کی —

محدثین میں سے بعض کے نزدیک خضر علیہ السلام زندہ ہیں ۔ان کی وفات قرب قیامت ہو گی ۔

یہاں یہ قابل ذکر ہے کہ بعض لوگ خضر کی موت کے قائل ہیں ان کے نزدیک اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج جو زندہ ہے وہ سو سال میں زندہ نہ ہو گا— دوسری طرف یہی لوگ صحیح مسلم کی ایک منکر روایت کی بنا پر اس کے قائل ہیں کہ دجال دور نبوی میں بھی تھا اور دجال ابھی بھی زندہ ہے اور کسی کلیسا میں قید ہے [2]

2

محدث ابن الصلاح المتوفی ٦٤٣ ھ (بحوالہ فتح الباری از ابن حجر) کہتے ہیں

وَقَالَ بن الصَّلَاحِ هُوَ حَيٌّ عِنْدَ جُمْهُورِ الْعُلَمَاءِ

خضر جمہور علماء کے نزدیک اب بھی زندہ ہیں

امام النووی المتوفی ٦٧٦ ھ شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں

جُمْهُورُ الْعُلَمَاءِ عَلَى أَنَّهُ حَيٌّ مَوْجُودٌ بَيْنَ أَظْهُرِنَا وَذَلِكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ عِنْدَ الصُّوفِيَّةِ وَأَهْلِ الصَّلَاحِ وَالْمَعْرِفَةِ

جمہور علماء کے نزدیک وہ زندہ ہیں اور ہمارے ساتھ موجود ہیں اور یہ بات صوفیہ اور أَهْلِ الصَّلَاحِ وَالْمَعْرِفَةِ میں متفق ہے

کتاب شذرات الذهب في أخبار من ذهب از ابن العماد العَكري الحنبلي، أبو الفلاح (المتوفى: 1089ھ) کے مطابق

قيل: كان ملكا وقيل بشرا وهو الصحيح، ثم قيل: إنه عبد صالح ليس بنبيّ وقيل: بل نبيّ هو الصحيح. والصحيح عندنا أنه حيّ، وأنه يجوز أن يقف على باب أحدنا مستعطيا له، أو غير ذلك.

کہا جاتا ہے وہ (خضر) فرشتہ تھے اور کہا جاتا ہے بشر تھے اور یہ صحیح ہے پھر کہا جاتا ہے کہ وہ ایک صالح بندے تھے نبی نہیں تھے اور یہ صحیح ہے اور ہمارے نزدیک یہ صحیح ہے کہ وہ زندہ ہیں اور یہ بھی جائز ہے کہ کسی کے در پر رکیں اور دیں یا اسی طرح دیگر

شیعوں کے نزدیک بھی خضر زندہ ہیں

کتاب دیوان المبتدأ والخبر في تاريخ العرب والبربر ومن عاصرهم من ذوي الشأن الأكبر از عبد الرحمن بن محمد بن محمد، ابن خلدون أبو زيد، ولي الدين الحضرمي الإشبيلي (المتوفى: 808هـ) کے مطابق

ومنهم من يقول إنّ كمال الإمام لا يكون لغيره فإذا مات انتقلت روحه إلى إمام آخر ليكون فيه ذلك الكمال وهو قول بالتّناسخ ومن هؤلاء الغلاة من يقف عند واحد من الأئمّة لا يتجاوزه إلى غيره بحسب من يعيّن لذلك عندهم وهؤلاء هم الواقفيّة فبعضهم يقول هو حيّ لم يمت إلّا أنّه غائب عن أعين النّاس ويستشهدون لذلك بقصّة الخضر

اور ان شیعوں میں سے بعض کہتے ہیں کہ بے شک امام کے کمالات کسی اور کے لئے نہیں پس جب وہ مرتے ہیں ان کی روحیں دوسرے امام میں جاتی ہیں اور یہ قول التناسخ ہے اور ان غالیوں میں سے … بعض کہتے ہیں کہ وہ مرے نہیں ہیں بلکہ لوگوں کی آنکھوں سے غائب ہیں اور اس پر دلیل قصہ خضر سے لیتے ہیں

ابن کثیر کتاب البداية والنهاية میں لکھتے ہیں کہ خضر کی وفات ہو چکی ہے جو مناسب ہے

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَءَأَقْرَرْتُمْ} [آل عمران: 81

فَأَخَذَ الله مِيثَاقَ كُلِّ نَبِيٍّ عَلَى أَنْ يُؤْمِنَ بِمَنْ يَجِيءُ بَعْدَهُ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ، وَيَنْصُرُهُ، فَلَوْ كَانَ الْخَضِرُ حَيًّا فِي زَمَانِهِ، لَمَا وَسِعَهُ إِلَّا اتِّبَاعُهُ، وَالِاجْتِمَاعُ بِهِ، وَالْقِيَامُ بِنَصْرِهِ

اگر خضر زندہ ہوتے کو نبی علیہ السلام کی مدد کرتے

ابو اسحاق إبراهيم بن سفيان جو صحیح مسلم کے ایک راوی ہیں ان کے مطابق خضر زندہ ہیں اور دجال جس شخص کو قتل نہ کر سکے گا وہ خضر ہوں گے

امام مسلم نے صحیح میں روایت لکھی

حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ، وَالْحَسَنُ الْحُلْوَانِيُّ، وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ – وَأَلْفَاظُهُمْ (2938) – مُتَقَارِبَةٌ، وَالسِّيَاقُ لِعَبْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي، وقَالَ الْآخَرَانِ: حَدَّثَنَا – يَعْقُوبُ وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ – حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، قَالَ: حَدَّثَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا حَدِيثًا طَوِيلًا عَنِ الدَّجَّالِ، فَكَانَ فِيمَا حَدَّثَنَا، قَالَ: " يَأْتِي، وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْهِ أَنْ يَدْخُلَ نِقَابَ الْمَدِينَةِ، فَيَنْتَهِي إِلَى بَعْضِ السِّبَاخِ الَّتِي تَلِي الْمَدِينَةَ، فَيَخْرُجُ إِلَيْهِ يَوْمَئِذٍ رَجُلٌ هُوَ خَيْرُ النَّاسِ – أَوْ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ – فَيَقُولُ لَهُ: أَشْهَدُ أَنَّكَ الدَّجَّالُ الَّذِي حَدَّثَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثَهُ، فَيَقُولُ الدَّجَّالُ: أَرَأَيْتُمْ إِنْ قَتَلْتُ هَذَا، ثُمَّ أَحْيَيْتُهُ، أَتَشُكُّونَ فِي الْأَمْرِ؟ فَيَقُولُونَ: لَا، قَالَ فَيَقْتُلُهُ ثُمَّ يُحْيِيهِ، فَيَقُولُ حِينَ يُحْيِيهِ: وَاللهِ مَا كُنْتُ فِيكَ قَطُّ أَشَدَّ بَصِيرَةً مِنِّي الْآنَ – قَالَ: فَيُرِيدُ الدَّجَّالُ – أَنْ يَقْتُلَهُ فَلَا يُسَلَّطُ عَلَيْهِ "، قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ: «يُقَالُ إِنَّ هَذَا الرَّجُلَ هُوَ الْخَضِرُ عَلَيْهِ السَّلَامُ»

یعنی امام ابو اسحاق کے نزدیک خضر ابھی تک زندہ ہیں

الكتاب: شرح الطيبي على مشكاة المصابيح المسمى بـ (الكاشف عن حقائق السنن)

المؤلف: شرف الدين الحسين بن عبد الله الطيبي (743هـ)
کے مطابق

قوله: ((خير الناس)) ((حس)): قال معمر: بلغني أن الرجل الذي يقتله الدجال الخضر عليه السلام.
بہترین انسانوں میں سے معمر نے کہا ہم تک پہنچا ہے یہ شخص خضر ہوں گے

إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري
المؤلف: أحمد بن محمد بن أبى بكر بن عبد الملك القسطلاني القتيبي المصري، أبو العباس، شهاب الدين (المتوفى: 923هـ)
الناشر: المطبعة الكبرى الأميرية، مصر
کے مطابق

فيخرج إليه) من المدينة (يومئذٍ رجل هو خير الناس أو من خير الناس) قيل هو الخضر (فيقول: أشهد أنك الدجال الذي حدّثنا رسول الله -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- حديثه)
کہا جاتا ہے یہ خضر ہوں گے

عمدة القاري شرح صحيح البخاري میں بدر الدين العينى (المتوفى: 855هـ) نے یہی قول لکھا ہے
قَوْله: فَيخرج إِلَيْهِ رجل قيل هُوَ الْخضر، عَلَيْهِ السَّلَام.

کتاب مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح از ملا قاری میں اس روایت کی شرح میں لکھا ہے
وَتَقَدَّمَ أَنَّهُ الْخَضِرُ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ

کتاب الكوثر الجاري إلى رياض أحاديث البخاري از الكوراني میں ہے

فيقتله ثم يحييه فيقول: والله ما كنت فيك أشد بصيرة مني اليوم) أي في هذه الساعة، وذلك لأنه وجد العلامات التي ذكرها رسول الله – صلى الله عليه وسلم -، قيل: ذلك الرجل هو الخضر والله أعلم

راقم اس قول کو قبول نہیں کرتا

القسطلاني کی کتاب إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري کا ہے جس میں ابن حجر کی بات پیش کی گئی ہے
==========
وقال ابن العربي: سمعت من يقول إن الذي يقتله الدجال هو الخضر وهذه دعوى لا برهان لها. قال الحافظ ابن حجر: قد يتمسك من قاله بما أخرجه ابن حبان في صحيحه من حديث أبي عبيدة بن الجراح رفعه في ذكر الدجال لعله يدركه بعض من رآني أو سمع كلامي الحديث ويعكر عليه قوله في رواية لمسلم شاب ممتلئ شبابًا ويمكن أن يجُاب بأن من جملة خصائص الخضر أن لا يزال شابًّا ويحتاج إلى دليل
ابن العربی نے کہا میں نے سنا جس نے کہا کہ یہ شخص جس کو دجال قتل نہ کر سکے گا خضر
ہوں گے اور اس دعوی کی کوئی برہان نہیں ہے اور ابن حجر نے کہا بلا شبہ اس میں تمسک کیا ہے اس پر جو ابن حبان نے صحیح میں حدیث ابو عبیدہ بن الجراح تخریج کی ہے جس میں ذکر دجال ہے کہ ہو سکتا ہے بعض اس کو پائیں جنہوں نے نے مجھ کو دیکھا یا کلام سنا الحديث
اور روایت میں آ رہا ہے ایک مسلم جوان جوانی سے بھر پور اور ممکن ہے اس کا جواب دیا ہو کہ یہ خصائص خضر کے ہیں کہ ان کی جوانی کو زوال نہیں ہے لیکن اس پر دلیل درکار ہے

==========

راقم کہتا ہے
صحیح ابن حبان کی روایت ہے

أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْأَزْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سُرَاقَةَ
عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ قَبْلِي إِلَّا وَقَدْ أَنْذَرَ قَوْمَهُ الدَّجَّالَ، وَإِنِّي أُنْذِرُكُمُوهُ"، قَالَ: فَوَصَفَهُ لَنَا، وَقَالَ: "لَعَلَّهُ أَنْ يُدْرِكَهُ بَعْضُ مَنْ رَآنِي، أَوْ سَمِعَ كَلَامِي"، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، قُلُوبُنَا يَوْمَئِذٍ مثلها اليوم؟ فقال: "أو خير
أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا کہ بے شک مجھ سے پہلے کوئی نبی نہیں گزرا الا یہ کہ اس نے اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا اور میں تم کو ڈراتا ہوں -... ہو سکتا ہے اس کو بعض پائیں جنہوں نے مجھ کو دیکھا یا میرا کلام سنا

یعنی اقتباس میں یہ بات کہی گئی ہے کہ ممکن ہے محدثین نے اس رائے کا استخراج اس طرح کیا ہو کہ صحیح ابن حبان کی اوپر والی حدیث کے مطابق ان کے نزدیک خضر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سنا اور پھر ان کی ملاقات دجال سے ہوئی کیونکہ خضر علیہ السلام کی جوانی کو زوال نہیں ہے – اس رائے کو ابن حجر نے رد کیا ہے کہ خضر کی جوانی کو زوال نہیں پر دلیل نہیں ہے لیکن انہوں نے اس بات کو رد نہیں کیا کہ محدثین یا سلف نے ایسا کوئی موقف نہیں رکھا تھا

ابن تیمیہ مجموع الفتاوی ج ٤ ص ٢٢٩ میں خضر کی زندگی پر کہتے ہیں جب سوال ہوا
هَلْ هُوَ حَيٌّ إلَى الْآنَ وَإِنْ كَانَ حَيًّا فَمَا تَقُولُونَ فِيمَا رُوِيَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: " {لَوْ كَانَ حَيًّا لَزَارَنِي} " هَلْ هَذَا الْحَدِيثُ صَحِيحٌ أَمْ لَا؟

کیا یہ اب تک زندہ ہیں؟ اور اگر زندہ ہیں تو کیا فرماتے ہیں اس قول پر جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے جس میں فرمایا اگر زندہ ہوتے تو ملتے – کیا یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں؟

ابن تیمیہ نے جواب دیا

وَأَمَّا حَيَاتُهُ: فَهُوَ حَيٌّ. وَالْحَدِيثُ الْمَذْكُورُ لَا أَصْلَ لَهُ وَلَا يُعْرَفُ لَهُ إسْنَادٌ بَلْ الْمَرْوِيُّ فِي مُسْنَدِ الشَّافِعِيِّ وَغَيْرِهِ: أَنَّهُ اجْتَمَعَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ قَالَ إنَّهُ لَمْ يَجْتَمِعْ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ قَالَ مَا لَا عِلْمَ لَهُ بِهِ فَإِنَّهُ مِنْ الْعِلْمِ الَّذِي لَا يُحَاطُ بِهِ. وَمَنْ احْتَجَّ عَلَى وَفَاتِهِ بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " {أَرَأَيْتُكُمْ لَيْلَتَكُمْ هَذِهِ فَإِنَّهُ عَلَى رَأْسِ مِائَةِ سَنَةٍ لَا يَبْقَى عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ مِمَّنْ هُوَ عَلَيْهَا الْيَوْمَ أَحَدٌ} " فَلَا حُجَّةَ فِيهِ فَإِنَّهُ يُمْكِنُ أَنْ يَكُونَ الْخَضِرُ إذْ ذَاكَ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ. وَلِأَنَّ الدَّجَّالَ – وَكَذَلِكَ الْجَسَّاسَةُ – الصَّحِيحُ أَنَّهُ كَانَ حَيًّا مَوْجُودًا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بَاقٍ إلَى الْيَوْمِ لَمْ يَخْرُجْ وَكَانَ فِي جَزِيرَةٍ مِنْ جَزَائِرِ الْبَحْرِ. فَمَا كَانَ مِنْ الْجَوَابِ عَنْهُ كَانَ هُوَ الْجَوَابَ عَنْ الْخَضِرِ وَهُوَ أَنْ يَكُونَ لَفْظُ الْأَرْضِ لَمْ يَدْخُلْ فِي هَذَا الْخَبَرِ أَوْ يَكُونُ أَرَادَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْآدَمِيِّينَ الْمَعْرُوفِينَ وَأَمَّا مَنْ خَرَجَ عَنْ الْعَادَةِ فَلَمْ يَدْخُلْ فِي الْعُمُومِ

جہاں تک ان کی حیات کا تعلق ہے تو وہ زندہ ہیں- ... اور جس نے خضر کی وفات پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے دلیل لی کہ اس رات جو سطح زمین پر زندہ ہے وہ سو سال پورا ہونے پر نہ ہو گا اس میں ان کے لئے حجت نہیں ہے یہ تبھی ممکن ہے کہ جب خضر (اس وقت) سطح زمین پر ہی ہوں اور بے شک دجال اور جساسہ صحیح ہے کہ یہ زندہ موجود ہیں عہد نبوی میں اس دن تک جزیرہ میں ہیں اس سے نہیں نکلے ہیں جو سمندر کے جزیروں میں سے ہے – پس جو جواب اس پر ہے وہی ہمارا جواب خضر پر ہے کہ اس خبر ({لَوْ كَانَ حَيًّا لَزَارَنِي}) میں زمین کا لفظ نہیں ہے اور ہو سکتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد مشہور لوگ ہوں اور جو عادت سے الگ ہو اس کو عموم میں شمار نہیں کیا جاتا

یعنی ابن تیمیہ خضر کے زندہ ہونے کے قائل تھے لیکن ابن قیم نے المنار المنیف میں لکھا ہے

وَسُئِلَ عَنْهُ شَيْخُ الإِسْلامِ ابْنُ تَيْمِيَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ فَقَالَ: "لَوْ كَانَ الْخَضِرُ حَيًّا لَوَجَبَ عَلَيْهِ أَنْ يَأْتِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُجَاهِدُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَيَتَعَلَّمُ مِنْهُ وَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ: "اللَّهُمَّ إِنْ تُهْلَكْ هَذِهِ الْعِصَابَةُ لا تُعْبَدْ فِي الأَرْضِ" وكانوا ثلاث مئة وَثَلاثَةَ عَشَرَ رَجُلا مَعْرُوفِينَ بِأَسْمَائِهِمْ وَأَسْمَاءِ آبَائِهِمْ وَقَبَائِلِهِمْ فَأَيْنَ كَانَ الْخَضِرُ حِينَئِذٍ؟

خضر کے لئے یہ امکان بھی پیش کیا جاتا ہے کہ ممکن ہے یہ انسانی شکل میں فرشتہ ہو کیونکہ قرآن میں فرشتوں کو بھی بندہ کہا گیا ہے لیکن تعلیم کے لئے موسی سے ان کی اصلیت چھپا دی گئی حدیث کے مطابق ایک موقعہ پر جبریل ایک اجنبی کی شکل میں آئے اور مسجد النبی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیے اسی طرح بعض موقعوں پر وہ صحابی دحیہ الکلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں بھی آئے –ابراہیم ولوط علیہما السلام کے پاس فرشتے انسانی شکلوں میں آئے لیکن وہ پہچان نہ سکے حتی کہ انہوں نے بتایا کہ وہ فرشتے ہیں

اور میں نے شیخ ابن تیمیہ سے سوال کیا انہوں نے کہا اگر خضر زندہ ہوتے ان پر واجب ہوتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور ان کے ساتھ مل کر جہاد کریں اور بدر کے دن رسول اللہ نے فرمایا اے اللہ اگر اس گروہ کو آج ہلاک کر دیا گیا تو تیری عبادت کوئی نہ کرے گا اور وہ ۳۱۳ معروف مرد تھے جن کے نام اور ان کے باپوں کے اور قبائل کے نام معلوم ہیں تو اس وقت خضر کہاں تھے؟

یعنی ابن قیم کے مطابق ابن تیمیہ خضر کی وفات کے قائل تھے

یہ تضاد رائے کب ہوا ؟ کیا ابن قیم نے جھوٹ باندھا یا سمجھنے میں ان سے غلطی ہوئی یا ابن تیمیہ نے اپنے موقف سے رجوع کیا واضح نہیں ہے

یہود کے مطابق موسی وخضر والے قصے میں موسی کوئی اور ہیں اور خضر ذو القرنین کے سپہ سالار ہیں اس کی وضاحت کی گئی کہ یہ موسی وہی ہیں جن پر شریعت آئی اور خضر کا ذو القرنین سے تعلق نہیں ہے لیکن قرآن نے اس وضاحت میں تعلیم کا نکتہ رکھا[3]

3

صحیح بخاری ٣٤٠٢ میں ہے
حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيدٍ ابْنُ الأَصْبِهَانِيِّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ المُبَارَكِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «إِنَّمَا سُمِّيَ الخَضِرَ أَنَّهُ جَلَسَ عَلَى فَرْوَةٍ بَيْضَاءَ، فَإِذَا هِيَ تَهْتَزُّ مِنْ خَلْفِهِ خَضْرَاءَ»
ہمام بن منبہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ خضر کو خضر نام ملا کیونکہ یہ سفید مقام پر بیٹھتے تو ان کے بعد وہ سبز ہو جاتا

طبرانی کبیر میں بھی ہے
حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَمْرٍو، ثنا أَبُو الْجُمَاهِرِ مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ، ثنا سَعِيدُ بْنُ بَشِيرٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ: «إِنَّمَا سُمِّيَ الْخَضِرَ لِأَنَّهُ قَعَدَ عَلَى فَرْوَةٍ بَيْضَاءَ فَاهْتَزَّتْ خَضْرَاءَ»
قَالَ سَعِيدُ بْنُ بَشِيرٍ: وَحَدَّثَنِي سُوَيْدٌ أَبُو حَاتِمٍ أَنَّ قَتَادَةَ كَانَ يَرْفَعُ هَذَا الْحَدِيثَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اس کی سند میں سعید بن بشیر ضعیف ہے

راقم کہتا ہے یہ قول شاذ ہے خضر عربی میں سبز کو کہتے ہیں لیکن خضر کس قوم کے تھے معلوم نہیں ہے - نام یا لقب کی یہ ترکیب صرف عربی تک محدود ہے

خواب میں غیب کی خبر

علم خواص کی دلیلوں میں یہ حدیث بھی بیان کی جاتی ہے

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «رُؤْيَا المُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ»

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کا خواب نبوت کے ۴۶ جز میں سے ایک ہے

امام مسلم صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ مرض وفات میں

كَشَفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السِّتَارَةَ وَالنَّاسُ صُفُوفٌ خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ، فَقَالَ: «أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّهُ لَمْ يَبْقَ مِنْ مُبَشِّرَاتِ النُّبُوَّةِ إِلَّا الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ، يَرَاهَا الْمُسْلِمُ، أَوْ تُرَى لَهُ،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ ہٹایا اور لوگ ابی بکر کے پیچھے صف
بنا چکے تھے آپ نے فرمایا اے لوگوں نبوت کی اچھی خبر میں اب
صرف سچا خواب باقی ہے جو مسلم دیکھتا ہے یا اس کو دکھایا جاتا ہے

بعض علماء نے ان روایات سے اخذ کیا کہ اس میں غیب کی خبر دی جاتی ہے — مثلا نیند میں سچا خواب اتا ہے اس پر کہا گیا (بدر الدین عینی اپنی کتاب عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری جلد ۲۴ صفحہ ۱۳۵)

وَقَدْ أَخْبَرَ كَثِيرٌ مِنَ الْأَوْلِيَاءِ عَنْ أُمُورٍ مُغَيَّبَةٍ فَكَانَتْ كَمَا
أَخْبَرُوا

خواب میں بہت سے اولیاء کو امور غیبی کی خبر ہوئی اور ایسا ہی ہوا جیسا کہ خبر دی گئی

نیند میں سچا خواب مشرک کو بھی آسکتا ہے مثلا سورہ یوسف میں بادشاہ کے خواب کا ذکر ہے جو سچا تھا اسی طرح حدیث میں ہرقل کے خواب کا ذکر ہے کہ اس کی سلطنت کو مختون لوگ تباہ کر دیں گے

وغیرہ لہذا اس میں اولیاء کا کوئی خصوص کسی نص سے معلوم نہیں

طاہر القادری کتاب علم اور مصادر علم میں لکھتے ہیں

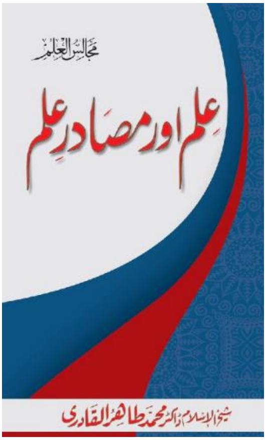

دوسری طرف اولیاء اللہ کا مقام ہے۔ وہ چونکہ نفس کی آلائشوں سے پاک ہوکر تزکیہ و تصفیہ کا مقام حاصل کر لیتے ہیں، لہٰذا اُن کے خواب بدرجہ اولیٰ انتہائی اونچے درجے کے حامل اور اَتم و اَکمل ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان کے یہی خواب ان کا کشف ہوتے ہیں۔ مثلاً کوئی آدمی خواب میں کچھ دیکھتا ہے۔ بعد ازاں وہ واقعہ عین اُسی طرح وقوع پذیر ہو جاتا ہے جو اُس نے خواب میں دیکھا تھا۔ ہماری زندگی میں ایسے ہزارہا واقعات وقوع پذیر ہوتے ہیں کہ ہم ایک خواب دیکھتے ہیں اور بعد میں ویسا ہی واقعہ حقیقت میں رونما ہو جاتا ہے۔ خواب بذاتِ خود (itself) کشف ہے لیکن انسان سے اس کی تعبیر میں غلطی ہو جاتی ہے۔

حارث کا قول ہے

حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں حارثہ رضی اللہ عنہ سے منسوب قول لکھا ہے

المُرَاد بقوله تَعَالَى {الَّذين آمنُوا وَلم يلبسوا إِيمَانهم بظُلْم أُولَئِكَ لَهُم الْأَمْن وهم مهتدون}

كَمَا قَالَ حَارِثَة رَضِي الله عَنهُ كَأَنِّي أنظر إِلَى عرش رَبِّي بارزا وَإِلَى أهل الْجنَّة كَيفَ يتزاورون وَإِلَى أهل النَّار كَيفَ يتعاوون فِيهَا وعزفت نَفسِي عَن الدُّنْيَا واستوى عِنْدِي حجرها ومدرها وذهبها وفضتها فَقَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم عرفت فَالْزَمْ

میری یہ کیفیت ہے کہ میں اللہ تعالی کے عرش کو اپنے سامنے ظاہر دیکھ رہا ہوں اور گویا میں جنت میں ایک دوسرے سے ملتے ہوئے اور اہل جہنم کو چلّاتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔اس پر نبی علیہ السلام نے فرمایا: ”عرفت فالزم“۔ تو جان گیا ہے اور اسی پر جمارہ

صوفیاء کے نزدیک اس سے ثابت ہوا کہ صحابی کی نظر عرش تک چلی گئی - یہ روایت الْحَارِثُ بْنُ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيُّ سے منسوب ہے بعض نے نام حارثہ بھی لیا ہے

کتاب المسند الجامع از محمود محمد خلیل میں ہے کہ یہ حارث بن مالک کی روایت ہے

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي الْجَهْمِ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ مَالِكٍ –

الأَنْصَارِيِّ؛أَنَّهُ مَرَّ بِرَسُولِ اللهِ صلى الله عليه و سلم، فَقَالَ لَهُ: يَا

حَارِثُ، كَيْفَ أَصْبَحْتَ؟ قَالَ: أَصْبَحْتُ مُؤْمِنًا حَقًّا، فَقَالَ:

انْظُرْ مَا تَقُولُ، إِنَّ لِكُلِّ حَقٍّ حَقِيقَةً. قَالَ: أَلَسْتُ قَدْ عَزَفْتُ

الدُّنْيَا عَنْ نَفْسِي، وَأَظْمَأْتُ نَهَارِي، وَأَسْهَرْتُ لَيْلِي، وَكَأَنِّي

أَنْظُرُ إِلَى عَرْشِ رَبِّي بَارِزًا، وَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى أَهْلِ الْجَنَّةِ

يَتَزَاوَرُونَ فِيهَا، وَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى أَهْلِ النَّارِ يَتَضَاغَوْنَ فِيهَا،

يَعْنِي يَصِيحُونَ، قَالَ: يَا حَارِثُ، عَرَفْتَ فَالْزَمْ – ثَلاَثَ مَرَّاتٍ

–.

أخرجه عَبْد بن حُمَيْد (445) قال: حدَّثنا زَيْد بن الحُبَاب،

قال: حدَّثنا ابن لَهِيعَة، قال: حدَّثنا خالد بن يَزِيد السَّكْسَكِي،

عن سَعِيد بن أَبي هِلاَل المَدَنِي، عن مُحَمَّد بن أَبي الجَهْم،

فذكره.

نبی نے الحَارِثُ بْنُ مَالِکٍ الاَنْصَارِیؓ سے پوچھا کہ صبح کیسے کی؟ تو حارث نے جواب دیا: اے اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں نے اللہ پر سچے ایمان کی حالت میں صبح کی۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: "دیکھ تو کیا کہہ رہا ہے؟ اے حَارِثَۃ بے شک ہر ایک شے کی کوئی نہ کوئی حقیقت ہوتی ہے ، تیرے ایمان کیا حقیقت ہے؟" تو حَارِثَۃ نے جواب دیا میں نے اپنے نفس سے علیحدگی اختیار کی اور اسے دنیا سے پھیر دیا، جس کے نتیجہ میں میری نظر میں اس دنیا کے پتھر، مٹی، سونا اور چاندی برابر ہو گئے ہیں۔ میں رات کو جاگتا ہوں اور دن میں پیاسا رہتا ہوں۔

یہ سند ضعیف ہے - محمد بن أبي الجهم مجہول ہے -

یہ روایت الترغیب والترہیب از إسماعیل بن محمد الأصبہانی، أبو القاسم، الملقب بقوام السنۃ (المتوفی: 535ھ-) میں ہے

أنا أبو الغنائم بن أبي عثمان ببغداد، ثنا أبو الحسن بن رزقويه، ثنا عثمان بن أحمد الدقاق، ثنا محمد بن أحمد بن البراء؛ ثنا المفضل بن حازم، حدثني عيسى بن عبد الله، ثنا ضمرة :عن عبد الله بن شوذب، عن رجاء بن جميل الأيلي، عن الحسن قال

دخل حارثة الأنصاري صلاة الغداة على النبي صلى الله عليه و سلم فقال النبي صلى الله)) عليه و سلم: كيف أصبحت يا حارثة؟ قال: أصبحت يا رسول الله مؤمناً حقاً؛ قال النبي :صلى الله عليه و سلم: إن لكل حق حقيقة؛ فما حقيقة إيمانك؟ قال

عزفت نفسي عن الدنيا. فقال النبي صلى الله عليه وسلم: بدأ بالداء فحسمه. قال: وصرت كأني أنظر إلى عرش ربي؛ وإلى أهل الجنة يتزاورون؛ وإلى أهل النار يتعاوون فيها؛ فقال النبي صلى الله عليه وسلم: مؤمن، نور الله قلبه؛ عرفت فالزم))

حسن کا سماع ان صحابی سے معلوم نہیں ہے اور نہ انہوں نے بتایا کہ کس سے سنا۔

احادیث کی کتب میں اس متن کو یوسف بن عطیة نے بھی روایت کیا ہے جو متروک ہے

قال العقيلي (2/ 291) روى قصة حارثة أيضًا عن ثابت يوسف بن عطية وليس له من حديث ثابت أصل

البیہقی نے شعب ایمان میں بھی ٹوٹی سند سے اس کو روایت کیا ہے

مصنف ابن ابی شیبہ میں اس قصے کو ایک اور راوی سے منسوب کیا گیا ہے

عن يونس بن هارون قال: أخبرنا أبو معشر، عن محمَّد بن صالح الأنصاري أن رسول الله – صلى الله عليه وسلم– لقي عوف بن مالك فقال: كيف أصبحت يا عوف بن مالك؟ قال: أصبحت مؤمنًا حقًا.

یہاں ابو معشر ضعیف ہے

أخرجه عبد الرزاق عن معمر بن صالح عن مسمار و جعفر بن برقان أن النبي – صلّى الله عليه و سلم – قال للحارث

اس سند میں معمر بن صالح ضعیف ہے

تفسیر عبدالرزاق میں ہے

عَنِ الثَّوْرِيِّ , عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ الْمُلَائِيِّ , عَنْ زَيْدٍ السُّلَمِيِّ , قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْحَارِثِ بْنِ مَالِكٍ: «كَيْفَ أَصْبَحْتَ يَا حَارِثُ بْنَ مَالِكٍ؟» قَالَ: مِنَ الْمُؤْمِنِينَ , قَالَ: «اعْلَمْ مَا تَقُولُ» قَالَ: مُؤْمِنٌ حَقًّا , قَالَ: «فَإِنَّ لِكُلِّ حَقٍّ حَقِيقَةً فَمَا حَقِيقَةُ ذَلِكَ؟» قَالَ: " أَظْمَأْتُ نَهَارِي , وَأَسْهَرْتُ لَيْلِي , وَعَزَفْتُ عَنِ الدُّنْيَا , حَتَّى كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى الْعَرْشِ حِينَ جَاءَ بِهِ , وَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى عَذَابِ أَهْلِ النَّارِ فِي النَّارِ وَتَزَاوُرِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فِي الْجَنَّةِ , قَالَ: «عَرَفْتَ يَا حَارِثُ بْنَ مَالِكٍ فَالْزَمْ , عَبْدًا نَوَّرَ اللَّهُ الْإِيمَانَ فِي قَلْبِهِ» , قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ , ادْعُ اللَّهَ لِي بِالشَّهَادَةِ , فَدَعَا لَهُ , قَالَ: فَأُغِيرَ عَلَى سَرْحِ الْمَدِينَةِ فَخَرَجَ فَقَاتَلَ حَتَّى قُتِلَ "

زید السلمی یہ امام ابو جعفر سے روایت کرتا ہے اور امام ابی حاتم ، الذھبی و ابن حجر کے مطابق مجھول ہے

قابل حیرت ہے کہ یہ متن اتنے راویوں نے بیان کیا اور سب سندیں بے کار ہیں

خالد کا زہر پینا

خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ مسند ابو یعلی میں ہے

حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا، عَنْ يُونُسَ
بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي السَّفَرِ قَالَ: نَزَلَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ
الْحِيرَةَ عَلَى أَمْرِ بَنِي الْمَرَازِبَةِ، فَقَالُوا لَهُ: احْذَرِ السُّمَّ، لَا
يَسْقِيكَهُ الْأَعَاجِمُ، فَقَالَ: «ائْتُونِي بِهِ»، فَأُتِيَ بِهِ، فَأَخَذَهُ
بِيَدِهِ , ثُمَّ اقْتَحَمَهُ، وَقَالَ: «بِسْمِ اللَّهِ»، فَلَمْ يَضُرَّهُ شَيْئًا
[حكم حسين سليم أسد] : رجاله ثقات غير أنه منقطع

ابو سفر نے کہا خالد حیرہ پہنچے .... وہاں انہوں نے بسم اللہ پڑھ کر زہر پی لیا اور ان کو نقصان نہ ہوا

محقق کا کہنا ہے سند منقطع ہے -یہی سند فضائل صحابہ میں ہے

طب النبوی از ابو نعیم میں ہے

حَدَّثَنا عثمان بن محمد العثماني، حَدَّثَنا أبو عثمان سعيد بن عبد الله بن سعيد المهراني،
حَدَّثَنا القاسم بن محمد بن عباد المهلبي، حَدَّثَنا هشام بن محمد السائب، عَن أَبِي محنف

وشرفي بن قطامي، عَن الكلبي [ص:549] قال: لما أقبل خالد بن الوليد رضي الله عنه في خلافة أبي بكر الصديق رضي الله عنه يريد الحيرة قال: فبعثوا إليه عبد المسيح الغساني فقال له خالد: كم أنت لك؟ قال: خمسون وثلاثمِئَة سنة قال: ومعه سم ساعة يقلبه بيده فقال له خالد: ما هذا معك قال: سم قال: ما تصنع به؟ قال: أنبئك فإن يكن عندك ما يسرني وتوافق أهل بلدي قبلته وحمدت الله وإن يكن الأخرى لم أكن أول من أساق الذل إلى أهل بلده فآكل من هذا السم فأستريح من الدنيا فإنما بقي من عمري ليسير قال خالد: هاته فأخذه من يده ووضعه في راحته ثم قال: بسم الله وبالله رب الأرض والسماء بسم الله الذي لا يضر مع اسمه داء ثم أكله فنحلته عشية ثم عرق فأفاق فكأنما نشط من عقال فانصرف إلى قومه فقال: ياقوم جئتكم من عند شيطان يأكل سم ساعة فلم يضره صالحوهم

اس کی سند میں ابو مخنف وکلبی مجروح ہیں

کرامات اولیاء از الکائی میں ہے

أخبرنا عِيسَى بْنُ عَلِيٍّ، أنا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: ثنا مُحَمَّدُ بْنُ حَسَّانَ السَّمْتِيُّ، قَالَ: ثنا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، قَالَ: ثنا بَيَانٌ، وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، قَالَ:

شَهِدْتُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِالْحِيرَةِ أُتِيَ بِسُمٍّ،

فَقَالَ: مَا هَذَا؟ قَالُوا: سُمُّ سَاعَةٍ، قَالَ: " بِسْمِ اللَّهِ ثُمَّ ازْدَرَدَهُ

اسی طرح طبرانی میں ہے

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، ثنا سَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو الْأَشْعَثِيُّ، ثنا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، قَالَ: " رَأَيْتُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ أُتِيَ بِسُمٍّ، فَقَالَ: «مَا هَذَا؟» ، قَالُوا: سُمٌّ، فَقَالَ: «بِسْمِ اللهِ وازْدَرَدَهُ

سند میں قیس بن ابی حازم ہے جو مختلط تھا اور حواب کی روایت بیان کرتا تھا

میرے نزدیک یہ سند صحیح نہیں -البانی و دیگر وہابی علماء کا کہنا ہے کہ یہ واقعہ صحیح ہے

جو ان کی مجبوری ہے کیونکہ ابن تیمیہ اس کو صحیح کہہ چکے ہیں

ابن تیمية: من السلف من يأتي بالآيات دلالة على صحة الاسلام، وصدق الرسول، كما ذكر أن خالد بن الوليد شرب السم لما طلب منه آية، ولم يضره.

وقال أيضا: وخالد بن الوليد حاصر حصنًا منيعًا، فقالوا: لا نسلم حتى تشرب السم، فشربه فلم يضره.

اب غور کریں کہ حیرت ہے کہ یہ قصہ صرف شیعان علی نے خالد بن الولید سے متعلق ذکر کیا ہے

اس کو کلبی و ابو مخنف کذاب نے روایت کیا ہے

اس کو قیس بن ابی حازم نے روایت کیا ہے جو حواب کی روایت کا راوی ہے اور صفین میں علی کے ساتھ تھا

اس کو ابی السفر سعید بن یحمد الثوری من ہمدان نے روایت کیا ہے جو جنگ صفین میں علی کے ساتھ تھا

اس طرح اس قصہ کو نقل کرنے والے صرف شیعان علی ہیں- صفین کے لشکری ہیں- شیعی پروپیگنڈے باز ہیں

یہ قصہ شیعہ راویوں کے تفرد کی بنا پر میرے نزدیک صحیح نہیں ہے-اس کا مقصد معلوم نہیں کہ کیا ہے کیونکہ اہل تشیع کی خالد پر رائے اچھی نہیں ہے-اغلباً وہ یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ خالد بن الولید رضی اللہ عنہ ایک نا عاقبت اندیش شخص تھے - بے خطر کام کر جاتے اور تکے لگ جاتے- شیعہ کتب مثلا بحار الانوار از مجلسی میں ہے

لا ينبغي للمرء الحازم أن يقدم عليها: شرب السم للتجربة

آدمی کے لئے جائز نہیں کہ اس پر زہر پیش ہوا اور وہ تجربہ کے لئے اس کو پی جائے

اس طرح یہ قصہ تنقیص خالد بن الولید پر مبنی ہے

یہ پہلو بھی قابل غور ہے کہ خیبر کی فتح پر کھانا یہودن نے بھیجا- نبی کو زہر کا علم ہوا اور آپ نے کھانا چھوڑ دیا اور اس روایت میں ہے کہ خالد کو زہر کا علم ہوا اور انہوں نے کھا لیا- نبی صلی اللہ علیہ وسلم آخری وقت تک بمطابق حدیث صحیح بخاری زہر کا اثر محسوس کرتے رہے اور خالد دوسری طرف زہر پی گئے اور صحت یاب رہے[4]! راویوں نے ایسا متن بنایا ہے کہ اس کو خالد کا تکا لگانا بھی

4

راقم کے اس اشکال کا جواب تفسیر روح البیان میں إسماعيل حقي بن مصطفى الإستانبولي الحنفي الخلوتي , المولى أبو الفداء (المتوفى: 1127هـ) دیتے ہیں

روى عن خالد بن الوليد وعمر رضى الله عنهما من شرب السم وانما لم يؤثر فيهما لانهما انما شرباه فى مقام الحقيقة لا ببشريتهما وانما اثر فى النبي عليه السلام بعد تنزله الى حالة بشرية وذلك ان إرشاده عليه السلام كان فى عالم التنزل غير ان تنزله كان من مرتبة الروح وهى اعدل المراتب ولم يؤثر فيه حتى مضى عليه اثنتا عشرة سنة فلما احتضر تنزل الى ادنى المراتب لان الموت انما يجرى على البشرية فلما تنزل الى تلك المرتبة اثر فيه فليفهم هذا المقام فانه من مزالق الاقدام.

خالد اور عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت کیا گیا کہ ان دونوں نے زہر پیا لیکن اس کا ان پر اثر نہ ہوا کیونکہ ان دونوں نے اس کو مقام الحقیقت میں پیا تھا نہ کہ مقام بشریت میں اور زہر نے نبی صلی اللہ علیہ

کہا جا سکتا ہے اور منقبت بھی سمجھا جا سکتا ہے جو غلو کی نوعیت کی بن رہی ہے- اس طرح اس میں تنقیص بھی ہے اور غلو بھی ہے

متاخرین نے اسی قصہ سے نکالا ہے کہ یہ واقعہ کرامات اولیاء کی دلیل میں سے ہے ان کو الہام ہوتا ہے وہ محدث ہوتے ہیں - صوفیاء کے مطابق اس امت میں صاحب الہام لوگ موجود ہیں اور یہ عمر بن خطاب کے بعد بھی ہوئے ہیں اور محدث اس امت میں آتے رہیں گے- الوسی تفسیر میں کہتے ہیں کہ خواص کا توکل اسی قسم کا ہوتا ہے

قال بعض الأجلة : إن توكل الخواص ترك الأسباب بالكلية ،

ومن ذلك ما روي عن خالد بن الوليد من شرب السم

سلفی حلقوں میں یہ قصہ کرامات اولیاء کے حوالے سے مشہور ہے اسی لئے البانی نے اس کو صحیح کہا ہے

وسلم پر اثر کیا جب وہ اپنی حالت بشری کی طرف آئے ... پھر جب ادنی مرتبہ کی طرف آئے کیونکہ موت حالت بشری میں آتی ہے تو ان کو اس زہر کا اثر ہونے لگا

راقم کہتا ہے وہ روایت جس میں نبی علیہ السلام پر زہر کے اثر کا ذکر ہے وہ منکر ہے کوئی بھی زہر ایسا نہیں ہے جو تین ، چار سال تک جسم میں حلق میں رہے اور پھر اثر کرے

یعنی اس قصہ کی صحت پر اہل طریقت و اہل نقل کا اتفاق ہے

امام بخاری نے صحیح میں زہر پینے پر باب قائم کیا ہے بَابُ شُرْبِ السُّمِّ وَالدَّوَاءِ بِهِ وَبِمَا يُخَافُ مِنْهُ وَالخَبِيثِ

اور حدیث نقل کی ہے کہ جہنم میں خود کشی کرنے والا اپنے آپ کو اسی طرح قتل کرتا ہے جیسے اس نے زمین پر کیا تھا

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الوَهَّابِ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الحَارِثِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سُلَيْمَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ ذَكْوَانَ، يُحَدِّثُ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «[ص:140] مَنْ تَرَدَّى مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهُ، فَهُوَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ يَتَرَدَّى فِيهِ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا، وَمَنْ تَحَسَّى سُمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهُ، فَسُمُّهُ فِي يَدِهِ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا، وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدَةٍ، فَحَدِيدَتُهُ فِي يَدِهِ يَجَأُ بِهَا فِي بَطْنِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا»

یعنی زہر مت پینا یہ ہلاک کرنا ہے، حدیث نبوی کی مخالفت ہے

راقم کہتا ہے الہام سابقہ امتوں میں ہوتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد غیبی اخبار النبوہ میں صرف مبشرات اچھے خواب ہیں وہ بھی اب قرب قیامت میں مومنوں کو آئیں گے۔ یہ حدیث میں آ گیا ہے

نزول ملائکہ ہر وقت؟

قرآن سورہ فصلت میں ہے

اِنَّ الَّـذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰـهُ ثُـمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْـهِـمُ الْمَلآئِكَـةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُـوْا

وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّـةِ الَّتِیْ كُنْتُـمْ تُوْعَدُوْنَ

بے شک جنہوں نے کہا تھا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اتریں گے کہ تم خوف نہ کرو اور نہ غم کرو اور جنت میں خوش رہو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

نَحْنُ اَوْلِيَآؤُكُمْ فِی الْحَيَاةِ الـدُّنْيَا وَفِی الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْـهَا مَا تَشْتَهِیٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْـهَا مَا

تَدَّعُوْنَ

ہم تمہارے دنیا میں بھی دوست تھے اور آخرت میں بھی، اور بہشت میں تمہارے لیے ہر چیز موجود ہے جس کو تمہارا دل چاہے اور تم جو وہاں مانگو گے ملے گا۔

ان آیات سے صوفیاء میں استخراج کیا جاتا ہے کہ اولیاء اللہ پر فرشتوں کا نزول ہوتا ہے اور اس طرح ان کو بشارتیں ملتی ہے - اس کے بعد صوفی بتا دیتے ہیں کہ جنگ کے نتائج کیا ہوں گے — کون جیتے گا، کون ہارے گا، کس کے ہاں اولاد ہو گی وغیرہ

لیکن ان آیات میں ذکر ہے کہ فرشتے جب نازل ہوتے ہیں تو یہ ان اولیاء اللہ کی وفات کا وقت ہے کیونکہ وہ کہہ رہے ہیں ہم دنیا میں بھی تمھارے دوست تھے - وقت قبض جان یہ بشارت دی جاتی ہے کہ غم و فکر نہ کرو - یہ زندگی کا معاملہ نہیں ہے بلکہ آغاز آخرت کا ہے

صحیح بخاری کی حدیث 3805 میں ہے دو اصحاب رسول سخت اندھیری رات میں

نکلے اور روشنی و نور ان کے آگے چل رہا تھا یہاں تک کہ وہ الگ ہوئے اور نور بھی منقسم ہوا

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا حَبَّانُ بْنُ هِلاَلٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، أَخْبَرَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلَيْنِ، خَرَجَا مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي لَيْلَةٍ مُظْلِمَةٍ وَإِذَا نُورٌ بَيْنَ أَيْدِيهِمَا، حَتَّى تَفَرَّقَا، فَتَفَرَّقَ النُّورُ مَعَهُمَا» وَقَالَ مَعْمَرٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، إِنَّ أُسَيْدَ بْنَ حُضَيْرٍ، وَرَجُلًا مِنَ الأَنْصَارِ، وَقَالَ حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسٍ، كَانَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ، وَعَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یہ دونوں صحابی بَنِی عَبۡدِ الاَشۡہَلِ میں سے ہیں- یہ متن صرف انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی سند سے ہے

مسند احمد میں ہے یہ رات لَيْلَةٍ ظَلْمَاءَ حِنْدِسٍ سخت تاریک تھی - صحیح بخاری میں ہے لَيْلَةٍ شَدِيدَةِ الظُّلْمَةِ شدید اندھیری رات تھی- صحیح ابن حبان میں ہے

فَكَانَ مَعَ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَصًا، فَأَضَاءَتْ عَصَا أَحَدِهِمَا كَأَشَدِّ شَيْءٍ

ان دونوں کے ہاتھ میں عصا تھا پس ان کے عصا میں سے روشنی نکل رہی تھی

معلوم ہوا کہ یہ ان اصحاب رسول کی کرامت تھی یعنی خرق عادت کام ہوا اور روشنی فرشتوں کی نہیں تھی بلکہ ان کے عصا یا لاٹھی میں من جانب اللہ پیدا ہو گئی تھی-

ابو مسلم خولانی کا قصہ

سیر إعلام النبلاء از الذھبی میں ہے کہ أَبُو مُسْلِمٍ الخَوْلاَنِيُّ عَبْدُ اللهِ بنُ ثُوَبٍ کو جھوٹے نبی کے حکم پر آگ میں ڈالا گیا جس کا علم عمر رضی اللہ عنہ کو بھی مدینہ میں تھا- آگ تابعی أَبُو مُسْلِمٍ الخَوْلاَنِيُّ عَبْدُ اللهِ بنُ ثُوَبٍ پر ٹھنڈی ہو گئی- ابو مسلم کو جھوٹے نبی نے مدینہ بھیج دیا-

قَالَ إِسْمَاعِيْلُ بنُ عَيَّاشٍ: حَدَّثَنَا شُرَحْبِيْلُ بنُ مُسْلِمٍ قَالَ: أَتَى أَبُو مُسْلِمٍ الخَوْلاَنِيُّ المَدِيْنَةَ وَقَدْ قُبِضَ النَّبِيُّ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، واستُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ فحدَّثنا شُرَحْبِيْلُ أنَّ الأَسْوَدَ تنبَّأ بِاليَمَنِ، فَبَعَثَ إِلَى أَبِي مُسْلِمٍ، فَأَتَاهُ بِنَارٍ عَظِيْمَةٍ، ثُمَّ إِنَّهُ أَلْقَى أَبَا مُسْلِمٍ، فِيْهَا فَلَمْ تَضرَّهُ، فَقِيْلَ لِلأَسْوَدِ: إِنْ لَمْ تَنْفِ هَذَا عَنْكَ أَفْسَدَ عَلَيْكَ مَنِ اتَّبعَكَ، فَأَمَرَهُ بِالرَّحِيْلِ، فَقَدِمَ المَدِيْنَةَ، فَأَنَاخَ رَاحِلَتَهُ، وَدَخَلَ المَسْجِدَ يُصَلِّي، فَبَصُرَ بِهِ عُمَرُ -رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فقام إِلَيْهِ فقَالَ: مِمَّنِ الرَّجُلُ؟ قَالَ: مِنَ اليَمَنِ, قَالَ: مَا فَعَلَ الَّذِي حَرَّقَهُ الكَذَّابُ بِالنَّارِ؟ قَالَ: ذَاكَ عَبْدُ اللهِ بنُ ثُوَبٍ,

قَالَ: نَشَدْتُكَ بِاللهِ, أَنْتَ هُوَ؟ قَالَ: اللهمَّ نَعَمْ، فَاعْتَنَقَهُ عُمَرُ وَبَكَى، ثُمَّ ذَهَبَ بِهِ حَتَّى أَجْلَسَهُ فِيْمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الصِّدِّيْقِ، فَقَالَ: الحَمْدُ للهِ الَّذِي لَمْ يُمِتْنِي حَتَّى أَرَانِي فِي أُمَّةِ مُحَمَّدٍ مَنْ صُنِعَ بِهِ كَمَا صُنِعَ بإبراهيم الخليل. رواه عبد الوهاب بن نجد، وَهُوَ ثِقَةٌ، عَنْ إِسْمَاعِيْلَ, لَكِنَّ شُرَحْبِيْلَ أَرْسَلَ الحِكَايَةَ.

شُرَحبِیلُ بن مُسلِمٍ نے کہا (تابعی) ابو مسلم خولانی مدینہ پہنچے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض ہوئی اور ابو بکر خلیفہ ہوئے- پس شُرَحبِیلُ بن مُسلِمٍ نے بتایا کہ الاسود بن قَیس بن ذِی الحِمَارِ نے یمن میں دعوی نبوت کیا، اس نے وہاں ایک عظیم آگ جلائی اور اس میں ابو مسلم الخَوْلاَنِيُّ کو جھونک دیا لیکن ابو مسلم کو کوئی نقصان نہ ہوا- اس پر الاسود نے کہا اگر تم میری نبوت کا انکار کرو گے تو تمہارے متبعین فساد کریں گے- پس ابو مسلم الخَوْلاَنِيُّ کو لادھ کر مدینہ پہنچا دیا گیا اور وہ مسجد میں داخل ہوئے، جب نماز ہو رہی تھی – نماز کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نے الخَوْلاَنِيُّ دیکھا، ان کے سامنے کھڑے ہوئے، پوچھا کہاں سے ہو؟ کہا یمن سے پوچھا اس کذاب (اسود) نے کس کو آگ میں جلایا؟ کہا یہ رہا عبد اللہ بن ثوب- عمر نے کہا اللہ کی قسم کیا تم ہی کو جلایا؟ الخَوْلاَنِيُّ کہا ہاں- پس عمر نے ان کو گلے لگا لیا اور روئے اور پھر وہ ابو بکر صدیق کے پاس گئے، بیٹھے اور عمر نے کہا اللہ کی تعریف ہے جس نے مجھے موت نہیں دی یہاں تک کہ امت میں وہی سب دکھایا جو اس نے ابراہیم علیہ السلام کے لئے کیا تھا- اس کو عبد الوہاب بن نجد نے روایت کیا ہے جو ثقہ ہے لیکن شرحبیل نے اس حکایت میں ارسال کیا ہے

سیر السلف الصالحین باِسماعیل بن محمد الأصبہانی از إسماعیل بن محمد بن الفضل (المتوفی : 535ھ-) میں ہے

أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ الْمُقْرِئُ، أَخْبَرَنَا هِبَةُ اللَّهِ بْنِ الْحَسَنِ الْحَافِظِ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُبَيْدٍ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ زُهَيْرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنِ نَجْدَةَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، حَدَّثَنَا شُرَحْبِيلُ بْنُ مُسْلِمٍ، " أَنَّ الْأَسْوَدَ بْنَ قَيْسِ بْنِ ذِي الْخِمَارِ , تَنَبَّأَ بِالْيَمَنِ، فَبَعَثَ إِلَى أَبِي مُسْلِمٍ فَلَمَّا جَاءَهُ قَالَ: أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ؟ قَالَ: مَا أَسْمَعُ.

قَالَ: أَتَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ؟ قَالَ: نَعَمْ.

قَالَ: أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ؟ قَالَ: مَا أَسْمَعُ.

قَالَ: أَتَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، قَالَ: نَعَمْ، فَرَدَّدَ ذَلِكَ عَلَيْهِ فَأَمَرَ بِنَارٍ عَظِيمَةٍ فَأُجِّجَتْ ثُمَّ أُلْقِيَ فِيهَا أَبُو مُسْلِمٍ فَلَمْ تَضُرُّهُ، فَقِيلَ لَهُ: انْفِهِ عَنْكَ، وَإِلَّا أَفْسَدَ عَلَيْكَ مَنْ تَبِعَكَ، قَالَ: فَأَمَرَهُ بِالرَّحِيلِ فَأَتَى أَبُو مُسْلِمٍ الْمَدِينَةَ وَقَدْ قُبِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ،

شُرَحْبِيلُ بْنُ مُسْلِمٍ نے بیان کیا کہ الأَسْوَدَ بْنَ قَيْسِ بْنِ ذِي الْخُمَارِ نے یمن میں نبوت کا دعوی کیا اور ابو مسلم کو بلوایا جب وہ آ گئے تو اسود نے کہا کیا تو گواہی دیتا ہے میں رسول اللہ ہوں ؟ ابو مسلم نے کہا میں تمھاری اطاعت نہیں کرتا - اسود نے کہا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ محمد رسول اللہ ہے ؟ ابو مسلم نے کہا ہاں -اسود نے پھر کہا کیا تو گواہی دیتا ہے میں رسول اللہ ہوں ؟ ابو مسلم نے کہا میں تمھاری اطاعت نہیں کرتا -اسود نے کہا کیا تو محمد کی رسالت کی گواہی دیتا ہے ؟ ابو مسلم نے کہا ہاں - پس اسود نے ان کو رد کیا اور ایک عظیم آگ کا حکم کیا یہاں تک کہ وہ بھڑک اٹھی تو ابو مسلم کو اس میں جھونک دیا جس نے ابو مسلم کو کوئی نقصان نہ ہوا پس کہا گیا اس کو جانے دو ورنہ اس کے پیرو کار فساد مچائیں گے - پس اسود نے حکم دیا ان کی سواری کا -ابو مسلم مدینہ پہنچے اور اس وقت تک وفات النبی ہو چکی تھی اور ابو بکر خلیفہ تھے

الذھبی نے شرحبیل بن مسلم کا ترجمہ میزان میں قائم کیا ہے وہاں یہ پوری روایت نقل کی ہے اور ابن معین کا قول بھی نقل کیا ہے کہ یہ شرحبیل بن مسلم ضعیف ہے -ابن کثیر کی روایت کی سند میں جعفر بن أبي وحشية إياس، أبو بشر اليشكري الواسطي ہے اس پر بھی جرح ہے -شعبۃ اس کو ضعیف کہتے -

امام بخاری تاریخ الکبیر میں لکھتے ہیں کہ ابو مسلم خولانی یہ دور معاویہ میں ایمان لائے

قَالَ مُوسَى بْن إِسماعيل: عَنْ حَماد بْن سَلَمة، قال: أَخبرنا القاسم الرَّحّال، عن أبي قِلاَبَة، قَالَ أَسلَم أَبو مُسلم الخَولانيّ على عهد مُعاوية، فقِيلَ لَهُ: مَا يمنعك أن تُسلم فِي عَهْدِ النَّبيِّ صَلى اللَّهُ عَلَيه وسَلم، وَأَبِي بَكر، وعُمَر، وعُثمان؟ فذكر الحديث

امام بخاری نے اس روایت پر اس طرح اعتماد کا اظہار کر کے واضح کیا ابو مسلم دور معاویہ میں ایمان لائے

ناصر الدین البانی سے اس قصہ کے متعلق سوال ہوا، تو کہا کہ یہ صحیح ہے، البانی کا یہ جواب ان کی آڈیو کیسٹ میں ہے ان آڈیو کیسیٹس کو مکتبہ شاملہ کیلئے کتابی شکل دی گئی ہے۔

دیکھئے (تفریغ «فتاوى جدة» للشيخ الألباني –الإصدار الرابع۔ کیسٹ 29)

ابن تیمیہ نے بھی اس قصہ کو فتاوی میں اولیاء اللہ کی کرامات کے حوالے سے ذکر کیا ہے

سارِیہ پہاڑ پہاڑ کی طرف

أبو القاسم هبة الله بن الحسن بن منصور الطبري الرازي اللالكائي (المتوفى: 418ھ) کی شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة میں روایت کیا گیا ہے کہ

أنا الْحَسَنُ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ: أنا أَحْمَدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ حَمْدَانَ، قَالَ: نا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَحْمَدَ، قَالَ: نا أَبُو عَمْرٍو الْحَارِثُ بْنُ مِسْكِينٍ الْمِصْرِيُّ، قَالَ: أنا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ "، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ بَعَثَ جَيْشًا أَمَّرَ عَلَيْهِمْ رَجُلًا يُدْعَى سَارِيَةَ. قَالَ: فَبَيْنَا عُمَرُ يَخْطُبُ النَّاسَ يَوْمًا، قَالَ: فَجَعَلَ يَصِيحُ، وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ: «يَا سَارِيَ الْجَبَلَ، يَا سَارِيَ الْجَبَلَ» . قَالَ: فَقَدِمَ رَسُولُ الْجَيْشِ فَسَأَلَهُ، فَقَالَ: " يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، لَقِينَا عَدُوَّنَا فَهَزَمْنَاهُمْ، فَإِذَا بِصَائِحٍ يَصِيحُ: «يَا سَارِيَ الْجَبَلَ، يَا سَارِيَ الْجَبَلَ» ، فَأَسْنَدْنَا ظُهُورَنَا بِالْجَبَلِ، فَهَزَمَهُمُ اللَّهُ ". فَقِيلَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ: «إِنَّكَ كُنْتَ تَصِيحُ بِذَلِكَ» قَالَ ابْنُ عَجْلَانَ: وَحَدَّثَنِي إِيَاسُ بْنُ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ بِذَلِكَ

يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ نے محمد بن عجلان سے روایت کیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ عمر بن خطاب نے ایک لشکر بھیجا اور اس کا سالار ایک مرد ساریہ کو بنایا۔ ایک دن خطبہ کے دوران عمر

نے یکایک یہ پکارنا شروع کر دیا اے ساریہ پہاڑ- پہاڑ-اس طرح تین مرتبہ کہا۔ پھر اس لشکر کا خبری مدینہ آیا۔اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس لشکر کا حال دریافت کیا تو اس نے کہا کہ اے امیر المومنیین ہم لوگ شکست کھا گئے اور اس شکست کی حالت میں تھے کہ ہم نے یکایک ایک آواز سنی جس نے تین بار کہا کہ اے ساریہ پہاڑ کی طرف رخ کرو۔ ہم نے پشت پہاڑ سے لگا دی اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے دشمن کو شکست دیدی۔ لوگوں نے کہا کہ اے امیر المومنین آپ ہی تو تھے جو اس طرح چیخ تھے۔ابن عجلان نے کہا ایسا ہی إِيَاسُ بْنُ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ نے بھی بیان کیا[5]

امام مالک کہتے ہیں کہ ابن عجلان کو حدیث کا اتا پتا نہیں ہے- افسوس ان کی سنی نہ گئی یہ روایت پھیلی اور متاخرین محدثین نے اس کو قبول کیا اور سند کو حسن، جید سب کہہ ڈالا–دوسری طرف اہل طریقت جن کو اہل معرفت بھی کہا جاتا ہے ان متصوفین کے نزدیک روحانی تصرف ہر کسی کے بس کی بات نہیں، جب اللہ چاہتا تو اسباب پیدا فرماتا ہے–جیسا کہ اس اثر سے وضاحت ہوتی ہے– مزید براں اس اثر سے صوفیاء کے ہاں ثابت ہوتا ہے کہ بذریعہ کشف، غائب سے رہنمائی مل سکتی

---

[5] تخریج روایت : دلائل النبوة للبيهقي،حديث نمبر 2655 میں ، جامع الأحاديث للسيوطي،حرف الياء فسم الافعال،مسند عمر بن الخطاب، حديث نمبر 28657 میں ، الإصابة في معرفة الصحابة،لابن حجر العسقلاني،القسم الأول ،السين بعدها الألف ، ابن الأعرابي في كرامات الأولياء والديرعاقولي في فوائده وأبو عبد الرحمن السلمي في الأربعين وأبو نعيم في الدلائل واللالكائي في السنة ، قال الحافظ ابن حجر في الإصابة: إسناده حسن

ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صاحب کشف اپنے کشف سے اجتماعی طور پر دوسروں کی رہبری کر سکتا ہے

اولیاء اللہ کو کشف ممکن ہے، یہ موقف آٹھویں صدی کے نام نہاد سلفی محقق ابن تیمیہ کا بھی ہے - کتاب مجموعۃ الرسائل والمسائل میں لکھتے ہیں

وأما المعجزات التي لغير الأنبياء من باب الكشف والعلم فمثل قول عمر في قصة سارية، وأخبار أبي بكر بأن ببطن زوجته أنثى، وأخبار عمر بمن يخرج من ولده فيكون عادلاً. وقصة صاحب موسى في علمه بحال الغلام، والقدرة مثل قصة الذي عنده علم من الكتاب. وقصة أهل الكهف، وقصة مريم، وقصة خالد بن الوليد وسفينة مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبي مسلم الخولاني، وأشياء يطول شرحها. فإن تعداد هذا مثل المطر.

اور جہاں تک معجزات غیر انبیاء کے علم و کشف کے باب میں ہے تو اس کی مثال ساریہ کا عمر والا قصہ ہے . ابی بکر کی خبر ہے اپنی حملہ بیوی کے بطن پر، عمر کی خبر ہے کہ ان کی اولاد میں عادل ہو گا اور موسی کے صاحب (خضر) کا قصہ ہے لڑکے (کے قتل) کے حوالے سے، اور اس قدرت کا ذکر وہ جو (قصہ تخت بلقیس میں) اس کے پاس تھی جس کو کتاب کا علم ہے - اور اصحاب کہف کا قصہ اور مریم کا قصہ، اور خالد بن الولید کا قصہ اور سفینہ مولی رسول اللہ اور ابو مسلم خولانی کا قصہ اور ان میں چیزیں ہیں جن کی شرح بہت ہے - ان قصوں کی تعداد اس قدر ہے جیسے بارش

اپنی دوسری کتابوں النبوات، قاعدة عظيمة في الفرق بين عبادات أهل الإسلام والإيمان وعبادات أهل الشرك والنفاق، الفرقان بين أولياء الرحمن وأولياء الشيطان، منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة القدرية میں ابن تیمیہ نے اس کا کئی بار اس قصہ کا ذکر کشف کی دلیل کے طور پر کیا بلکہ دقائق التفسير الجامع لتفسير ابن تيمية میں وضاحت کرتے ہیں

وَعمر رَضِي لما نَادَى يَا سَارِيَة الْجَبَل قَالَ إِن لله جُنُودا يبلغون صوتي وجنود الله هم من الْمَلَائِكَة وَمن صالحي الْجِنّ فجنود الله بلغُوا صَوت عمر إِلَى سَارِيَة وَهُوَ أَنهم نادوه بِمثل صَوت عمر

اور عمر نے جب ساریہ کو پہاڑ کی ندا کی تو کہا اللہ کے لشکر ہیں جو میری آواز لے کر جاتے ہیں اور اللہ کے لشکر فرشتے ہیں اور نیک جنات پس اللہ کے لشکروں نے عمر کی آواز ساریہ تک پہنچائی اور وہ ان کو آواز دیتے تھے عمر کی آواز کی طرح

البانی کہتے ہیں

فالقصة صحيحة ثابتة وهي كرامة أكرم الله بها عمر .... وإنما هو من باب الإلهام

یہ قصہ صحیح ہے ثابت ہے یہ کرامت ہے، اللہ تعالی نے اس سے عمر کو عزت دی ... یہ بلا شبہ الہام تھا

محمد بن عجلان نے یہ روایت یاس بن معاویہ بن قرۃ سے بھی سماعت کی ہے۔ لالکائی کی شرح اِصول اعتقاد اِہل السنۃ والجماعۃ میں ایک مقام پر ہے قَالَ ابْنُ عَجْلَانَ: وَحَدَّثَنِي إِيَاسُ بْنُ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ بِذَلِكَ—ابن عجلان نے کہا اس اثر کو إِيَاسُ بْنُ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ نے بھی ایسا ہی روایت کیا—اس بنا پر اس کو ابن عجلان کے طرق سے البانی نے ساریہ والی روایت کو صحیح قرار دیا—البانی نے تحقیق الآيات البينات في عدم سماع الأموات (ص: 112) میں اس اثر کی سند کو جید حسن کہا اور سلسلة الأحاديث الصحيحة وشيء من فقهها وفوائدها (3/ 101۔104) میں اس پر طویل گفتگو کی ہے، اور اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ یہ واقعہ صرف ابن عجلان کی سند سے صحیح ہے

قلت: . . . . فتبين مما تقدم أنه لا يصح شيء من هذه الطرق إلا طريق ابن عجلان وليس فيه إلا مناداة عمر " يا سارية الجبل " وسماع الجيش لندائه وانتصاره بسببه. ومما لا شك فيه أن النداء المذكور إنما كان إلهاما من الله تعالى لعمر وليس ذلك بغريب عنه، فأنه " محدث " كما ثبت عن النبي صلى الله عليه وسلم ولكن ليس فيه أن عمر كشف له حال الجيش، وأنه رآهم رأي العين

میں البانی کہتا ہوں: پس کے واضح ہوا کہ اس سلسلے میں ایک ہی طرق صحیح ہے جو ابن عجلان کی سند سے ہے اور اس میں عمر کی پکار کا ذکر ہے کہ یا ساریۃ الجبل اور لشکر کا اس آواز کو سننا اور اس کے سبب مدد پانا تو اس میں شک نہیں کہ یہ الہام میں سے ہے جو اللہ تعالی نے عمر کو کیا اور اس میں کوئی

عجیب بات بھی نہیں کیونکہ وہ محدث ہیں جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور اس میں یہ نہیں ہے کہ عمر پر لشکر کا حال کشف ہوا اور انہوں نے اس کو آنکھوں سے دیکھا

تقریبا تمام معروف وہابی علماء اس اثر کو صحیح قرار دیتے ہیں

محمد بن صالح العثيمين اس اثر کو مشہور قرار ہے اور اولیاء اللہ کی کرامت قرار دیا

https://www.youtube.com/watch?v=N6k1EtknPE0

السؤال: ما حكم الشرع فيما يروى أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه رأى سارية , وهو يخطب على المنبر في المعركة في موقف حرج مع الأعداء, فقال له: يا سارية الجبل! هل هذه القصة حقيقة حدثت, أم من الخيال؟ الجواب: هذه القصة مشهورة عن أمير المؤمنين عمر رضي الله عنه أنه كان يخطب الناس يوم الجمعة على منبر النبي صلى الله عليه وسلم, وكان سارية بن زنيم رضي الله تعالى عنه قائداً لإحدى السرايا في العراق, فحصر الرجل, فأطلع الله تعالى أمير المؤمنين عمر على ما أصابه, فخاطبه عمر من المنبر, وقال له: يا سارية ! الجبل, يعني: اصعد الجبل أو لذ بالجبل أو ما أشبه ذلك من التقديرات, فسمعه سارية فاعتصم بالجبل فسلم, ومثل هذه الحادثة تعد من كرامات الأولياء, فإن للأولياء كرامات يجريها الله تعالى على أيديهم تثبيتاً لهم ونصرة للحق, وهي موجودة فيما سلف من الأمم وفي هذه الأمة, ولا تزال باقية إلى يوم القيامة, وهي أمر خارق للعادة يظهره الله تعالى على يد الولي تثبيتاً له وتأييداً للحق, ولكن يجب علينا الحذر من أن يلتبس علينا ذلك بالأحوال

الشيطانية من السحر والشعوذة وما أشبهها؛ لأن هذه الكرامات لا تكون إلا على يد أولياء الله, وأولياء الله عز وجل هم المؤمنون المتقون؛ قال الله عز وجل: أَلا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلا هُمْ يَحْزَنُونَ [يونس:62] قال شيخ الإسلام رحمه الله أخذاً من هذه الآية: من كان مؤمناً تقياً كان لله ولياً, وليست الولاية بتطويل المسبحة, وتوسيع الكم, وتكبير العمامة, والنمنمة, والهمهمة, وإنما الولاية بالإيمان والتقوى, فيقاس المرء بإيمانه وتقواه لا بهمهمته ودعواه. بل إني أقول: إن من ادعى الولاية فقد خالف الولاية؛ لأن دعوى الولاية معناه تزكية النفس, وتزكية النفس معصية لله عز وجل, والمعصية تنافي التقوى؛ قال الله تعالى: هُوَ أَعْلَمُ بِكُمْ إِذْ أَنشَأَكُمْ مِنَ الأَرْضِ وَإِذْ أَنْتُمْ أَجِنَّةٌ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ فَلا تُزَكُّوا أَنفُسَكُمْ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَى [النجم:32]، ولا نعلم أحداً من أولياء الله المؤمنين المتقين قال للناس: إني أنا ولي, فاجتمعوا إلي, وخذوا من بركاتي ودعواتي وما أشبه ذلك, لا نعلم هذا إلا عن الدجالين الكذابين الذين يموهون على عباد الله ويستخدمون شياطين الجن للوصول إلى مآربهم. وإن نصيحتي لأمثال هؤلاء أن يتقوا الله عز وجل في أنفسهم وفي عباد الله, ونصيحتي لعباد الله أن لا يغتروا بهؤلاء وأمثالهم.

سعودی دائمی کیمٹی کے پانچ علماء کا متفقہ فتوی ہے

فتاوى اللجنة الدائمة الجزء رقم: 26، الصفحة رقم 41 پر

تصفح برقم المجلد > المجموعة الأولى > المجلد السادس والعشرون (كتاب الجامع 3) > السيرة > قول عمر رضي الله عنه يا سارية الجبل

الفتوى رقم (17021)س: جاء محاضر إلى مدرستنا، وكانت المحاضرة عن كرامات الأولياء والصالحين ، وقال في محاضرته: كان عمر بن الخطاب يخطب على المنبر، فنادى السارية التي أرسلها للحرب، فقال: (يا سارية الجبل) فسمعت السارية كلامه فانزاحت إلى الجبل. علمًا بأن بينهما مسافة بعيدة، هل هذه الرواية صحيحة أم خطأ، وهل هي من الكرامات؟

ج : هذا الأثر صحيح عن عمر رضي الله عنه، ولفظه: أن عمر رضي الله عنه، بعث سرية فاستعمل عليهم رجلاً يدعى سارية ، قال: فبينا عمر يخطب الناس يومًا قال: فجعل يصيح وهو على المنبر: يا سارية الجبل، يا سارية الجبل، قال فقدم رسول الجيش، فسأله فقال: يا أمير المؤمنين لقينا عدونا فهزمنا، فإذا بصائح يصيح: يا سارية الجبل، فأسندنا ظهورنا بالجبل فهزمهم الله.

رواه أحمد في (فضائل الصحابة)، وأبو نعيم في (دلائل النبوة) والضياء في (المنتقى من مسموعاته) وابن عساكر في (تاريخه) والبيهقي في (دلائل النبوة) وابن حجر في (الإصابة) وحسن إسناده، ومن قبله ابن كثير في (تاريخه) قال: إسناد جيد حسن، والهيثمي في (الصواعق المحرقة) حسن إسناده أيضًا – وهذا إلهام من الله سبحانه، وكرامة لعمر رضي الله

عنه، وهو المحدث الملهم، كما ثبت عن النبي صلى الله عليه وسلم، وليس في الأثر أنه رضي الله عنه كشف له عن الجيش وأنه رآه رأي العين إلى غير ذلك من الروايات الضعيفة التي يتعلق بها غلاة المتصوفة في الكشف، واطلاع المخلوقين على الغيب، وهذا باطل؛ لأن الاطلاع على الغيب من صفات الله سبحانه وتعالى، وما ذكر في السؤال أعلاه من أن عمر رضي الله عنه نادى السارية التي أرسلها للحرب فسمعت السارية كلامه فانزاحت للجبل، فهذا جهل في معنى الحديث.وبالله التوفيق، وصلى الله على نبينا محمد وآله وصحبه وسلم.

اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء

عضوالرئيس : بكر أبو زيد – عبد العزيز آل الشيخ – صالح الفوزان – عبد الله بن –غديان – عبد العزيز بن عبد الله بن باز

سوال: ہمارے مدرسے میں کرامت اولیاء پر تقریر ہوئی اس میں مقرر نے اثر بیان کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ کا قول یاساریہ پہاڑ جنگ کے دوران ...اور عمر اور ساریہ میں مسافت بہت دور تھی تو کیا یہ روایت صحیح ہے یا غلطی ہوئی یا یہ کرامت ہے؟

جواب: یہ اثر صحیح ہے عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اور اس کے الفاظ ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک سریہ بھیجا اس پر سالار ایک مرد کو کیا جس کا نام ساریہ تھا- اور عمر اس دوران کہ وہ خطبہ دے رہے تھے ایک دن وہ چیخے اور وہ منبر پر تھے اے ساریہ پہاڑ، اے ساریہ پہاڑ –پس جب لشکر کا خبری

آیا اس سے سوال ہوا—اس نے کہا امیر المومنین ہمارے دشمن نے ہم کو شکست دی یہاں تک کہ ہم نے ایک چیخ سنی کہ اے ساریہ پہاڑ پس ہم نے اپنی پیٹھ اس کے ساتھ کر دی اور اللہ نے دشمن کو شکست دی—اس کو احمد نے، ابو نعیم نے الضیاء نے ابن عساکر نے بیہقی نے ابن حجر نے روایت کیا ہے—ابن حجر نے اس کو حسن قرار دیا ہے اور ان سے قبل ابن کثیر نے تاریخ میں اسکو اسناد جید حسن کہا ہے اور ہیثمی نے بھی اسناد حسن کہا ہے اور یہ اللہ تعالی کا الہام تھا اور عمر کی کرامت تھی اور وہ الہام پانے والوں میں تھے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے—اور اس اثر میں یہ نہیں ہے کہ لشکر کا کشف ان پر اس طرح ہوا کہ وہ آنکھ سے دیکھ رہے تھے جو ضعیف روایات میں ہے جو کشف کے سلسلے میں غالی صوفیوں نے اس میں متعلق کر دی ہیں۔اور مخلوق کی خبر غیب میں سے ہے اور یہ باطل ہے کیونکہ غیب کی خبر پانا اللہ کی صفات میں سے ہے اور جو سوال میں ذکر ہوا کہ عمر نے ساریہ کو پکارا جس کو جنگ میں بھیجا تھا اور ساریہ نے اس کو سنا تو یہ حدیث کے معنوں میں جھل ہے . وباللہ التوفیق، وصلی اللہ علی نبینا محمد وآلہ وصحبہ وسلم

وہابی عالم صالح المنجد بھی اس کو صحیح سمجھتے ہیں

https://islamqa.info/ur/12778

عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھ جو واقعہ ہوا وہ ثابت اور صحیح ہے، نافع بیان کرتے ہیں کہ عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک لشکر پر ساریہ نامی شخص کو امیر بنایا، عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہما خطبہ جمعہ ارشاد فرمارہے تھے کہ اچانک کہنے لگے "اے ساریہ پہاڑ، اے ساریہ پہاڑ" توانہوں نے ایسا پایا کہ جمعہ کے دن اسی وقت ساریہ نے پہاڑ کی جانب حملہ کیا تھا حالانکہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہما اور ساریہ کے درمیان ایک مہینہ کی مسافت تھی۔ مسند احمد فضائل صحابہ (269/1) اور علامہ البانی رحمہ اللہ تعالی نے اسے سلسلہ الصحیحہ میں (1110) صحیح کہا ہے

تو یہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہما کی کرامت ہے یا تو الہام اور آواز کا پہنچنا – یہ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ تعالی کی رائے ہے – یا پھر کشف نفسانی اور آواز کا پہنچنا – اس پر شیخ البانی رحمہ اللہ کی کلام آگے آئے گی – تو دونوں حالتوں میں بلا شک وشبہ یہ کرامت ہے۔

راقم کہتا ہے حدیث غیر ثابت ہے

اب کس دلیل پر پیروں فقیروں صوفیوں کے کشف کے دعووں کو سلفی فرقے رد کرتے ہیں؟

اللہ ہی جانے کون کشفی ہے !!!

ابو بکر رضی اللہ عنہ کا خواب یا کشف

موطا امام مالک کے بعض نسخوں میں ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے وقت ایک بیٹی کا ذکر کیا

وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهَا قَالَتْ: إِنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ كَانَ نَحَلَهَا جَادَّ عِشْرِينَ وَسْقًا مِنْ مَالِهِ بِالْغَابَةِ، فَلَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ قَالَ: " وَاللَّهِ يَا بُنَيَّةُ مَا مِنَ النَّاسِ أَحَدٌ أَحَبُّ إِلَيَّ غِنًى بَعْدِي مِنْكِ، وَلَا أَعَزُّ عَلَيَّ فَقْرًا بَعْدِي مِنْكِ، وَإِنِّي كُنْتُ نَحَلْتُكِ جَادَّ عِشْرِينَ وَسْقًا، فَلَوْ كُنْتِ جَدَدْتِيهِ وَاحْتَزْتِيهِ كَانَ لَكِ. وَإِنَّمَا هُوَ الْيَوْمَ مَالُ وَارِثٍ، وَإِنَّمَا هُمَا أَخَوَاكِ، وَأُخْتَاكِ، فَاقْتَسِمُوهُ عَلَى كِتَابِ اللَّهِ، قَالَتْ عَائِشَةُ، فَقُلْتُ: يَا أَبَتِ، وَاللَّهِ لَوْ كَانَ كَذَا وَكَذَا لَتَرَكْتُهُ، إِنَّمَا هِيَ أَسْمَاءُ، فَمَنِ الْأُخْرَى؟ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: ذُو بَطْنِ بِنْتِ خَارِجَةَ، أُرَاهَا جَارِيَةً

ابو بکر نے کہا... اس مال کو کتاب اللہ کے مطابق اپنے بھائیوں اور بہنوں میں تقسیم کر دینا- عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ابا جان... یہ بہن تو اسماء ہے تو دوسری کون ہیں؟ ابو بکر نے کہا خارجہ کی بیٹی کے پیٹ میں- ابو بکر اس کو بچی دیکھتے تھے

اس روایت سے معلوم ہوا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ایک عورت حَبِيبَةَ (بِنْتِ خَارِجَةَ) بْنِ زَيْدِ بْنِ أَبِي زُهَيْرِ بْنِ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيِّ الْخَزْرَجِيِّ اس وقت حاملہ تھی اور ابو بکر کے دل میں تھا کہ ان کے ہاں اب کوئی بیٹی پیدا ہو گی [6]- ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اس قول کا ذکر زرقانی نے شرح الموطا میں کیا اور لکھا

قَالَ ابْنُ مُزَيْنٍ: قَالَ بَعْضُ فُقَهَائِنَا وَذَلِكَ لِرُؤْيَا رَآهَا أَبُو بَكْرٍ

ابْنُ مُزَيْنٍ نے کہا ہمارے بعض فقہاء کا کہنا ہے کہ یہ خواب میں ابو بکر کو دکھایا گیا

6

حَبِيبَةَ (بِنْتِ خَارِجَةَ) بْنِ زَيْدِ بْنِ أَبِي زُهَيْرِ بْنِ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيِّ الْخَزْرَجِيِّ شروع میں سعد بن الربیع بن عمرو بن أَبِي زُهَيْرِ بْنِ مَالِكٍ کی بیوی تھیں - سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ کی شہادت جنگ احد میں ہوئی- طبقات ابن سعد کے مطابق تَزَوَّجَهَا أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ فَوَلَدَتْ لَهُ أُمَّ كُلْثُومٍ ابو بکر نے ان سے شادی کی اور ام کلثوم نام کی ایک لڑکی پیدا ہوئی جن کی شادی طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَانَ سے ہوئی جن کی شہادت جنگ جمل میں ہوئی اور ام کلثوم نے مکہ میں عدت گزاری

البانی الہام پر ایک سوال کے جواب میں اس قصہ کو دلیل بنا کر کہتے ہیں

من هذا القبيل ما رواه الإمام مالك في "الموطأ" بالسند الصحيح أنه عن أبي بكر الصديق أنه قال: لابنته عائشة في أرض تتعلق بإرث أولاد أبي بكر رضي الله عنه، قال فيما أذكر الآن: أنه هذه لأختك والأخت هي كانت لا تزال جنيناً في بطن زوج أبي بكر الصديق، قالت: وأين أختي؟ قالت: هي التي في بطن فلانة، وفعلاً رزقت بنتاً فكانت ترث مع أختها تلك الأرض بوصية من أبي بكر الصديق .. في هذا الإلهام وهذه القصة في «الموطأ» وبالسند الصحيح الذي لا إشكال فيه؛ لأنه في الموطأ يوجد روايات مقطوعات وبلاغات كثير منها لا يصح وإن كانت موصولة بعضها في كتب أخرى، أما هذه القصة فهي صحيحة.

بحواله موسوعة العلامة الإمام مجدد العصر محمد ناصر الدين الألباني

البانی کے بقول یہ ابو بکر کو الہام ہوا اور غیر نبی کو الہام کی دلیل ہوا۔

ابن قیم کتاب میں مدارج السالکین میں لکھتے ہیں

والكشف الرحماني من هذا النوع: هو مثل كشف أبي بكر لما قال لعائشة رضي الله عنهما: إن امرأته حامل بأنثى. وكشف عمر – رضي الله عنه – لما قال: يا سارية الجبل، وأضعاف هذا من كشف أولياء الرحمن

اور کشف رحمانی یہ ہے، جس طرح کہ ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ نے عائشہ رضی اللہ تعالی عنہ کو یہ کہا کہ ان کی بیوی کو بچی حمل ہے، اور اسی طرح عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا کشف جب کہ انہیوں نے یا ساری ۃالجبل کہا تھا یعنی اے ساریہ پہاڑ کی طرف دھیان دو، تو یہ اللہ رحمٰن کے اولیاء کے کشف میں سے ہے۔

الاصل از امام محمد کتاب الهبة میں ہے

محمد عن أبي يوسف عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة رضي الله عنها - أنها قالت نَحلَني أبو بكر جُذَاذَ عشرين وسقاً من ماله بالعالية، فلما حضره الموت حمد الله تعالى وأثنى عليه وقال: يا بنية، إن أحب الناس إلي غنى أنت وأعزهم علي فقراً أنت، وإني كنت نحلتك جذاذ عشرين وسقاً من مالي بالعالية، وإنك لم تكوني قبضتيه، وإنما هو مال الوارث، وإنما هما أخواك وأختاك، قالت: فقلت: إنما هي أم عبد الله، تعني أسماء، فقال: إنه قد ألقي في نفسي بأن ذا بَطْنِ ابنة خارجةَ جاريةٌ

عائشہ رضی اللہ عنہا نے ذکر کیا کہ جب ابو بکر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا فرمایا بیٹی ... یہ مال وارثوں کا ہے یہ تمہاری بہنوں اور تمہارے بھائیوں کا ہے میں نے کہا یعنی ام عبد اللہ اسماء ؟ ابو بکر نے کہا : (نہیں) میرے دل میں القا ہوا ہے کہ (میری ایک بیٹی) خارجہ کی بیٹی (یعنی) کے بطن میں بچی ہے

ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان کے دل میں ڈالا گیا ہے- اس کو اردو میں چھٹی حس کہا جاتا ہے اور اس کا درجہ کشف کا نہیں ہے- چھٹی حس دل میں کسی بات کا آنا ہے- چھٹی حس صرف مسلمان ہی نہیں کفار کو بھی ملتی ہے

زبیر رضی اللہ عنہ کا قول

جنگ جمل سے پہلے زبیر رضی اللہ عنہ اپنی فراست سے اس بات تک پہنچ گئے تھے ان کو شہید کر دیا جائے گا لہذا اس کا ذکر انہوں نے اپنے بیٹے سے کیا- اس روایت پر ایک شخص نے البانی سے سوال کیا

عن جابر قال: «لما حَضر أُحُد دعاني أبي من الليل فقال: ما أراني إلا مقتولاً في أول من يقتل من أصحاب النبي – صلى الله عليه وآله وسلم –، وإني لا أترك بعدي أعز علي منك، غير نفس رسول الله – صلى الله عليه وآله وسلم – فإن علي ديناً فاقض، واستوص بأخواتك خيراً، فأصبحنا فكان أول قتيل ودفنته مع آخر في قبر». رواه البخاري.

اس پر البانی نے جواب دیا

وإنما هو من قبيل الإلهام الصادق، والفرق بينه وبين الوحي، أن الإلهام غير معصوم من الخطأ والتخلف، بخلاف الوحي فإنه معصوم دائماً

یہ تو سچے الہام جیسا ہے اور اس میں اور الوحی میں فرق ہے، بے شک الہام یہ غلطی و تخلف سے پاک نہیں ہے، بخلاف الوحی کے جو ہمیشہ معصوم ہوتی ہے

راقم کہتا ہے یہ فراست ہے- زبردستی کلام کو چڑھا کر کچھ سے کچھ بنانا صحیح نہیں ہے-

صحو و سکر کا تماشہ

تصوف میں سالک یا تپسوی پر جو کیفیت یا حال طاری ہوتا ہے اس کو واردات کہا جاتا ہے –اس کیفیت میں غیب کا کشف ہوتا ہے (جس کو غیبت کہا جاتا ہے) اور کچھ نیا پانے (عربی میں وجد – یعنی پا لینا) پر ایک خوشی ہوتی ہے اور اس واردات کے اختتام پر (اردو والا) وجد ہوتا ہے یعنی رقص - یہ السکر کہلاتا ہے –تپسیا یا سلوک پر جب سالک یا تپسوی کوئی چھپی چیز دیکھتا ہے، حواس باختہ ہو جاتا ہے - یہ کیفیت اہل طریقت کے مطابق ان اولیاء وانبیاء پر طاری ہوتی ہے جو ابھی اس راہ میں پختہ نہیں ہوتے - دوسری کیفیت کو الصحو کہا جاتا ہے –اس میں سالک یا تپسوی کا دماغ، واپس درست حالت پر اتا ہے یا کہہ سکتے ہیں بندہ اپنے جامے میں ہی رہتا ہے اور حواس باختہ نہیں ہوتا –یہ کیفیت تپسیا یا مراقبہ میں پختہ ہونے کی علامت ہے

اس پر تفصیل کتاب التعریفات از علی بن محمد بن علی الزین الشریف الجرجانی میں دیکھی جا سکتی ہے

إبو إسماعيل عبد الله بن محمد بن علی الأنصاری الہروی (المتوفى: 481ھ-) کتاب منازل السائرين میں بَاب الصحو لکھتے ہیں

قَالَ الله عز وَجل حَتّى إِذا فزع عَن قُلُوبهم قَالُوا مَاذَا قَالَ ربكُم قَالُوا الْحق - الصحو فَوق السكر وَهُوَ يُنَاسب مقَام الْبسط - والصحو مقَام صاعد عَن الِانْتِظَار مغن عَن الطّلب طَاهِر من الْحَرج فَإِن السكر إِنَّمَا هُوَ فِي الْحق والصحو إِنَّمَا هُوَ بِالْحَقِّ وكل مَا كَانَ فِي عين الْحق لم يخل من حيرة لَا حيرة الشُّبْهَة بل الْحيرَة فِي مُشَاهدَة نور الْعِزَّة

اللہ عزوجل کا قول پس جب ان کے دلوں پر سے گبراہٹ ختم ہوتی ہے وہ پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا کہا؟ کہا: اس نے حق کہا

اِلصحو کا مقام السکر سے اوپر ہے اور یہ اِلصحو مقام سرور ہے

الصحو اوپر چڑھنے کا مقام ہے اس امید پر کہ پاک بات ملے

اور السکر تو وہ تو حق میں سے ہے اور الصحو تو حق اس کے ساتھ ہے

اور جو بالکل حق میں سے ہو تو اس پر حیرت طاری نہیں ہوتی نہ اس پر حیرت کا شبہہ ہوتا ہے بلکہ حیرت ہوتی ہے اللہ کے نور (نورالعِزّت) کے مشاہدے پر

اسی کتاب کی شرح ابن القیم نے مدارج السالکین کے نام سے کی ہے یعنی تپسویوں کے درجات- ابن القیم اس کتاب میں الھروی کے الفاظ کی شرح کرتے ہیں

قَوْلُهُ: " الصّحْوُ فَوْقَ السُّكْرِ " يَعْنِي: أَنَّ السُّكْرَ يَكُونُ فِي الِانْفِصَالِ. وَالصّحْوُ فِي

الِاتِّصَالِ، وَأَيْضًا فَالسُّكْرُ فَنَاءٌ، وَالصَّحْوُ بَقَاءٌ وَأَيْضًا فَالسُّكْرُ غَيْبَةٌ وَالصَّحْوُ حُضُورٌ، وَأَيْضًا فَالسُّكْرُ غَلَبَةٌ وَالصَّحْوُ تَمَكُّنٌ، وَأَيْضًا فَالسُّكْرُ كَالنَّوْمِ وَالصَّحْوُ كَالْيَقَظَةِ.

الهروی کا قول الصَّحْوُ فَوْقَ السُّكْرِ کہ الصحو جو ہے السکر سے اوپر ہے یعنی السکر اس وقت ہے جب (تپسوی کا ذہین غیب سے) جڑ جائے اور الصحو (غیبی حقیقت) ملنے پر ہے اور اسی طرح السکر فنا ہے اور الصحو بقا ہے

اور اسی طرح السکر غیبت (غیب دیکھنا) ہے اور الصحو اس کو حاضر پانا ہے اور اسی طرح السکر غلبہ ہے اور الصحو میں ٹھہراؤ ہے اور اسی طرح السکر نیند جیسا ہے اور الصحو جاگنے کی کیفیت جیسا ہے

یہاں فنا سے مراد ہے تپسوی کو یاد نہ رہے کہ انسانی جامے میں واپس پلٹنا ہے اور بقا سے مراد ہے کہ تپسوی واپس انسانی جامے میں ہی رہے اور اس کو یاد رہے کہ کیا دیکھا ہے ۔تصوف کے مدارج کو ابن قیم نے خوب سمجھا ہے اور فنا و بقا کو بیان کیا ہے

ابن قیم کے نقش قدم پر دیوان شمس تبریزی میں مولانا جلال الدین محمد بلخی المعروف مولانا روم کہتے ہیں

سبق الجد الینا نزل الحب علینا

سکن العشق لدینا فسکنا وثوینا

زمن الصحو ندامہ زمن السکر کرامہ

خطر العشق سلامہ فقتنا وفنینا

گزر گیا اک دور ہم پر، محبت کا نزول ہوا ہم پر

رہا عشق سامنے ہمارے، ٹھہرایا ہم نے، دفنایا ہم نے

صحو کا دور ندامت ہے، سکر کا دور کرامت ہے

خطرہ عشق سلامت ہے، فتنہ بپا کیا ہم نے، فنا کیا ہم نے

رومی کے مطابق دونوں کیفیات تپسوی پر طاری ہو سکتی ہیں صحو ے بعد ندامت ہو سکتی ہے سکر کا واقعہ ہونا کرامت ہے لیکن دونوں پر کنٹرول کیا جا سکتا ہے کیونکہ راہب یا سالک یا تپسوی اس کو اپنے اوپر طاری کرتا ہے

اھل طریقت میں صحو و سکر پر اختلاف ھے کہ کون سی کیفیت بہتر ھے بعض کے نزدیک سکر کی واردات صحو سے بلند ھے مثلا علی الھجویری کے نزدیک-- چلہ کو سمجھانے کے لئے بو الحسن علی بن عثمان الہجویری (المعروف داتا گنج بخش) کتاب کشف المحجوب میں بیان کرتے ہیں

چلہ دراصل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے احوال سے تعلق رکھتا ہے۔ مکالمہ (گفتگو) مقام کی حالت میں درست ہوتا ہے۔ اولیاء جب کلام حق باطن میں سننا چاہتے ہیں تو چالیس روز بھوکا رہتے ہیں۔ تیس روز کے بعد صرف مسواک کرتے ہیں اور اس کے بعد دس روز اور بھوکا رہتے ہیں۔ لامحالہ حق تعالیٰ ان کے باطن سے کلام کرتا ہے۔ جو چیز انبیاء کو بظاہر حاصل ہوتی ہے وہ اولیاء کو باطن میں میسر آتی ہے۔ کلام حق انسانی کمزوریوں کے ہوتے ہوئے نہیں سنا جاسکتا۔ چار عناصر طبع کو چالیس روز تک خورد ونوش کو ترک کر کے مغلوب کرنا چاہئے تاکہ صفائے محبت اور لطافت روح پوری طرح حاصل ہوجائے۔ اس کا تعلق بھوک سے ہے۔ اور اب ہم اس کی حقیقت آشکار کرتے ہیں۔ انشاء اللہ العزیز

فیض الباری علی صحیح البخاری میں محمد اِنور شاہ بن معظم شاہ الکشمیری الہندی ثم الدیوبندی (المتوفى: 1353ھ-) کہتے ہیں

ولَقَبُ الصوفي ليس من الصُّفة بل هو نِسْبَة إلى الصُّوف، وكان موسى عليه الصَّلاة والسَّلام (1) لبسَه يومَ ذهب إلى الطُّور لأَخْذِ التَّوراة فاستحسَنه ربه في هذا اللباس

لقب صوفی کا تعلق اصحاب الصفہ سے نہیں ہے بلکہ یہ نسبت ہے اون کی طرف اور موسی علیہ السلام نے جب طور پر توریت لی تو اس وقت اس کو پہنا ہوا تھا - اس لباس کو رب نے پسند کیا

علی الہجویری کہتے ہیں اہل حیا اصحاب سکر ہیں

حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ’’توبہ دو قسم کی ہے، ایک توبہ انابت یعنی خوف عذاب سے توبہ کرنا۔ دوسری توبہ استحیاء یعنی شرمسار ہو کر توبہ کرنا۔‘‘ توبہ جس کی بناء خوف پر ہو کشف جلال حق سے حاصل ہوتی ہے اور وہ توبہ جو شرمساری سے جنم لیتی ہے۔ جمال حق کے مشاہدہ پر منحصر ہے۔ ایک جلال حق کے سامنے خوف کی آگ میں جلتا ہے۔ دوسرا جمال حق میں حیا کے نور سے روشن ہوتا ہے گویا ایک مست (سکر میں) ہوتا ہے اور دوسرا مد ہوش۔ اہل حیا اصحاب سکر ہوتے ہیں اور اصحاب خوف اہل صحو، بات بہت طویل ہے مگر میں نے مختصراً بیان کردی۔ وباللہ التوفیق الاعلیٰ

علی الہجویری صحو و سکر کی وضاحت کرتے ہیں

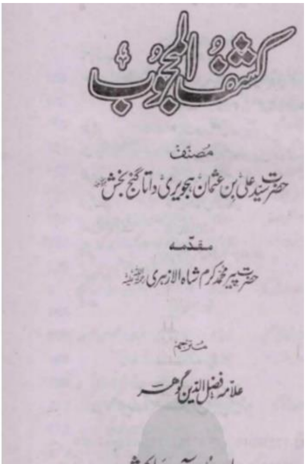
کشف المحجوب

مصنف

حضرت سید علی بن عثمان ہجویری داتا گنج بخش

مقدمہ

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری

مترجم

علامہ فضل الدین گوہر

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور۔ کراچی۔ پاکستان

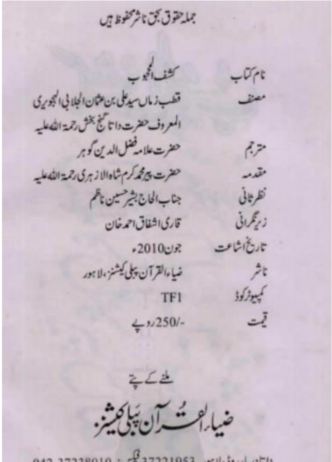
جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	کشف المحجوب
مصنف	قطب زماں سید علی بن عثمان الجلابی الہجویری المعروف حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ
مترجم	حضرت علامہ فضل الدین گوہر
مقدمہ	حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ
نظر ثانی	جناب الحاج بشیر حسین ناظم
زیر نگرانی	قاری اشفاق احمد خان
تاریخ اشاعت	جون 2010ء
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
کمپیوٹر کوڈ	TF1
قیمت	-/250 روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 37221953 فیکس:۔ 042-37238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 042-37225085-37247350

سکر کو ترجیح دیتے ہیں۔ ان کے خیال میں صحو کی بنیاد آدمیت کی صفت کے استحکام و استقامت پر ہوتی ہے اور آدمیت کی صفت حجاب اعظم ہے۔ اس کے برعکس سکر صفات بشریت کے زوال اور نقصان پر مبنی ہوتا ہے۔ انسانی تدبر، اختیار، تصرف اور خودی کی فنا ہو تو سکر ظہور پذیر ہوتا ہے اور صرف وہ قوتیں روبہ کار رہ جاتی ہیں جو بشریت سے بالاتر ہوں۔ یہی قوتیں کامل و بالغ ترین ہوتی ہیں۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام حالت صحو میں تھے جو فعل ان سے ظہور پذیر ہوا باری تعالیٰ نے اسے ان کی ذات سے منسوب کر دیا اور فرمایا: قَتَلَ دَاوُدُ جَالُوْتَ (البقرہ:251) "داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کیا۔" ہمارے پیغمبر ﷺ عالم سکر میں تھے جو چیز ان سے ظہور پذیر ہوئی، باری تعالیٰ نے اسے اپنی طرف منسوب کیا اور فرمایا: وَ مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (الانفال:17) "(کنکریاں) جب پھینکیں، تو نے نہیں پھینکیں بلکہ اللہ نے پھینکیں۔" بندے، بندے میں کتنا فرق ہے جو اپنی ذات میں قائم اور اپنی صفات میں ثابت تھا بوجہ کرامت اس کا فعل اسی سے منسوب کیا جو ذات حق سے قائم اور اپنی صفات میں فانی تھا، اس کا فعل اپنا فعل گردانا۔ انسانی فعل کا ذات حق سے منسوب ہونا اس سے بہتر ہے کہ فعل حق تعالیٰ بندے سے منسوب ہو۔ جب فعل حق بندے سے منسوب ہو تو بندہ صفات بشریت میں قائم ہوتا ہے اور جب بندے کا فعل حق سے منسوب ہو تو بندہ ذات حق سے قائم ہوتا ہے۔ صفات بشریت میں قائم ہونے سے یہ ہوا کہ داؤد علیہ السلام کی نظر خلاف دستور اور کی عورت پر پڑی اور دیکھا جو دیکھا۔ پیغمبر ﷺ کی نظر بھی اسی طرح پڑی اور وہ عورت زید پر حرام ہو گئی کیونکہ آپ سکر کے عالم میں تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام حالت صحو میں تھے۔

نعوذ باللہ من تلک الخرافات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (حالت سکر میں) نظر زینب رضی اللہ عنہ پر پڑنے کی وجہ سے وہ ان پر حلال ہوئیں اور داود علیہ السلام کی (حالت صحو میں) نظر اوریا حتی کی بیوی پر پڑنے پر وہ ان کے لئے حرام ہوئی۔ دونوں جھوٹے قصے تھے جن کو صحیح مانتے ہوئے علی الہجویری نے صحو و سکر کی شرح کی

ڈاکٹر عثمانی رحمہ اللہ تعالی لکھتے ہیں

> کوئی تو بتائے کہ آخر یہ سب کچھ ہے کیا؟ کیا انبیاء کی ذاتیں بھی معصوم نہ رہیں گی، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان حضرات ہی کے ذریعہ تو اس برّصغیر میں دین پھیلا ہے۔ ہاں، دین تو ضرور پھیلا مگر وہ قرآنی دین نہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے بلکہ وہ "اتّحادی دین" جس نے اللہ کی اس زمین پر ہزاروں اور لاکھوں مرکّب ذاتیں، اقدارِ مشترکہ کی شکل میں پیدا کر ڈالیں، جو کبھی عروج کر کے الٰہ بنیں، اور کبھی بندہ کے مقام تک نزول فرما کر بندگی کرنے لگیں۔ قرآن اور حدیث کے علم کو اگر وہ آگے لے کر چلے ہیں تو اس لئے کہ دین حق کو تفسیر اور تشریح کے ذریعہ دین اتّحاد ثابت کر دکھائیں اور آج اُسی "اتّحادی دین" کی دُھوم مچی ہوئی ہے۔

اسی اتحادی دین کی اصطلاحات کی شرح سلف کے متبع ابن قیم کرتے رہے اور بجائے اس کے کہ اس کا رد ہوتا بقول شاعر

گردشیں جام و سبو کرتے رہے

رند مشقِ ہاؤ ہو کرتے رہے

واضح رہے کہ صحو و سکر کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ دیگر ادیان میں بھی اس طرح مراقبہ میں کیفیت طاری ہونا بتایا گیا ہے جس میں ہونے والے مشاہدے کو حق سمجھا جاتا ہے

ابن تیمیہ کے کشف کا ذکر

ابن قیم اپنی کتاب مدارج السالکین میں لکھتے ہیں کہ امام ابن تیمیہ کی نظر لوح محفوظ پر پڑی ان پر مستقبل اشکار ہوا۔لکھتے ہیں

أخبر أصحابه بدخول التتار الشام سنة تسع و تسعين
و ستمائة و أن جيوش المسلمين تكسر و أن دمشق لا يكون
بها قتل عام و لا سبي عام و أن كلب الجيش و حدته في
الأموال: و هذا قبل أن يهم التتار بالحركة ثم أخبر الناس
و الأمراء سنة اثنتين و سبعمائة لما تحرك التتار و قصدوا
الشام: أن الدائرة و الهزيمة عليهم و أن الظفر و النصر
للمسلمين و أقسم على ذلك أكثر من سبعين يمينا فيقال له:
قل إن شاء الله فيقول: إن شاء الله تحقيقا لا تعليقا و سمعته
يقول ذلك قال: فلما أكثروا علي قلت: لا تكثروا كتب الله
تعالى في اللوح المحفوظ: أنهم مهزومون في هذه الكرة و أن
النصر لجيوش الإسلام

ترجمہ: ابن تیمیہ نے ۶۹۹ ھجری میں اپنے اصحاب کو شام میں تاتاریوں کے داخل ہونے اور مسلمانوں کے لشکر کے شکست کھانے کی خبر دے دی تھی اور یہ بھی بتلادیا تھا کہ دمشق قتل اور اندھادھند گرفتاریوں سے محفوظ رہے گا البتہ لشکر اور مال کا نقصان ہوگا، یہ پیشن گوئی تاتاریوں کی یورش سے پہلے ہی کی تھی ــ اس کے بعد پھر ۷۰۲ ھجری میں جبکہ تاتاری شام کی طرف بڑھ رہے تھے، اس وقت عام لوگوں اور امراء و حکام کو خبر دی کہ تاتاری شکست کھائیں گے اور مسلمان فوج کامیاب و فتح مند ہوگی اور اس پر آپ نے ستر سے زیادہ بار قسم کھائی، کسی نے عرض کیا: ان شاء اللہ کہیے، آپ نے فرمایا: ان شاء اللہ تحقیقاً نہ کہ تعلیقاً (یعنی اگر اللہ چاہے تو ایسا ہوگا نہیں بلکہ اللہ ایسا ہی چاہے گا) (ابن قیم) کہتے ہیں کہ میں نے آپ کو یہ بھی کہتے ہوئے سنا کہ جب لوگوں نے اس پیشن گوئی پر بہت کثرت سے کلام کیا، تو میں (ابن تیمیہ) نے کہا: بہت بولنے کی ضرورت نہیں، اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے کہ وہ اس مرتبہ ضرور شکست کھائیں گے اور مدد و نصرت مسلمان فوجوں کے قدم چومے گی ــ (مدارج السالکین، جلد ۲، صفحہ ۴۵۸

ابن تیمیہ نے اپنے خواب یا کشف کی بنیاد پر لوح محفوظ پر تحریر کا اس قسم کا دعویٰ کیا ــ بہر حال دمشق بچ گیا

آدم ، اللہ تعالی کی صورت پر ؟

صوفیاء اور محدثین کے مراسم اتنے برے نہیں تھے جتنا آجکل بیان کیا جاتا ہے۔ کتاب قوت القلوب از ابو طالب المکی میں ہے کہ صوفیاء نے امام احمد سے بھی عقیدہ لیا ہے

وهجر الإمام أحمد بن حنبل رحمه الله تعالى أبا ثور صاحب الشافعي لما سئل عن معنى قول النبي: إن الله تعالى خلق آدم على صورته قال: إن الهاء عائدة على آدم فغضب وقال: ويله وأي صورة كانت لآدم يخلقه عليها؟ ويله يقول إن الله تعالى خلق على مثال فأي شيء يعمل في الحديث المفسر إن الله تعالى خلق آدم على صورة الرحمن، فبلغ ذلك أبا ثور فجاءه واعتذر وحلف أنه ما قلت عن اعتقاد وإنما هو رأي رأيته والقول ما قلت وهو مذهبي

اور امام احمد بن حنبل نے ابو ثور صاحب الشافعی کی تفسیر پر اختلاف کیا جب ابو ثور سے قول نبوی پر سوال ہوا کہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت خلق کیا؟ ابا ثور صاحب الشافعی نے کہا اس میں الهاء کی ضمیر آدم کی طرف ہے۔ پس احمد کو غصہ آیا اور کہا: افسوس آدم کے لئے پھر کیا صورت پر تھی جس پر ان کی تخلیق ہوئی؟ تو کس چیز (صورت) پر تخلیق آدم میں عمل ہوا (پھر) حدیث میں تفسیر آگئی ہے کہ اللہ تعالی نے آدم کو صورت رحمان پر خلق کیا۔ پس جب یہ بات ابو ثور کو پہنچی وہ

آئے اور عذر پیش کیا اور قسم لی کہ انہوں نے رائے سے کلام کیا تھا، نہ کہ اعتقاد سے اور ان کا قول بھی وہی ہے جو احمد کا ہے اور یہی (اب) ان کا مذھب ہے

اس قول کو پیش کرنے والے صوفی ابو طالب ہیں

ساتویں صدی ہجری میں شیخ صوفیاء محی الدین ابن العربی المتوفی ٦٣٨ ھ جن کو شیخ اکبر کہا جاتا ہے انہوں نے کتاب الفتوحات المکیہ میں حدیث إن اللہ خلق آدم علی صورۃ کے حوالہ سے لکھا

ج ١ ص ٧٨ : ورد في الحديث إضافة الصورة إلى الله في الصحيح وغيره مثل حديث عكرمة قال عليه السلام " رأيت ربي في صورة شاب الحديث " هذا حال من النبي صلى الله عليه وسلم وهو في كلام العرب معلوم متعارف و كذلك قوله عليه السلام " إن الله خلق آدم على صورته اعلم أن المثلية الواردة في القرآن لغوية لا عقلية

اور الصحیح میں حدیث میں آیا ہے صورت کی اضافت اللہ کی طرف ہے اور دیگر کتب میں بھی ہے- جیسے عکرمہ کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب کو نوجوان کی صورت دیکھا یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حال بیان کیا جو کلام عرب معلوم ہے اور متعارف ہے اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے بے شک اللہ نے آدم کو اپنی صورت خلق کیا–جان لو کہ مثالین جو قرآن میں ہیں وہ لغوی ہیں عقلی نہیں ہیں

ابن عربی نے بتایا کہ صوفیاء نے حدیث کشف سے معلوم کر لی ہے کہ صحیح ہے

ج ١ ص ٩ : من الخبر الثابت عن النبي صلى الله عليه وسلم أن الله خلق آدم على صورته من حيث إعادة الضمير على الله ويؤيد هذا النظر الرواية الأخرى وهي قوله عليه السلام على صورة الرحمن وهذه الرواية وإن لم تصح من طريق أهل النقل فهي صحيحة من طريق الكشف

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خبر ثابت ہے کہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت خلق کیا - اس وجہ سے کہ اس میں ضمیر پلٹتی ہے اللہ کی طرف اور اس کی تائید ایک دوسری روایت سے بھی ہے جس میں ہے صورت الرحمان پر خلق کیا اور یہ وہ روایت ہے اور اگر یہ اہل نقل کے نزدیک سندا صحیح نہ بھی ہو تو یہ صحیح ہوئی ہے کشف سے

ج ٤ ص ٤٩ : وورد في الصحيح أن الله خلق آدم على صورته وهو الإنسان الكامل

اور الصحیح میں آیا ہے کہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر خلق کیا اور وہ الانسان الکامل تھے

اسرار حروف اور انسان کامل

ابن عربی حروف کے اسرار پر کتاب الفتوحات المکیہ میں بات کرتے ہیں

ج ٣ ص ٥١ : فقوله للشئ كن بحرفين الكاف والنون بمنزلة اليدين في خلق آدم

اللہ کا قول کہ کن کہتا ہے اس میں دو حرف ہیں ک اور ن - یہ آدم کی تخلیق میں ہاتھوں کی طرح ہیں

ج ١ ص ٣٣ : ولهذا قال إن الله خلق آدم على صورة الرحمن فنطقت بالثناء على موجدها

فقالت لام ياء هاء حاء طاء فأظهرت نطقاً ما خفي خطاً لأن الألف التي في طه وحم وطس

موجودة نطقاً خفيت

اور اس وجہ سے اللہ نے آدم کو اپنی صورت خلق کیا پس اپنی موجودات کی تعریف بولی پس کہا

ل ی ھ ح ط پس اس سے قوت گویائی ظاہر ہوئی

پھر ابن عربی نے اس کتاب میں حروف کو عالموں سے ملایا

عالم الجبروت عند أبي طالب المكي ونسميه نحن عالم العظمة وهو الهاء والهمزة

العالم الأعلى وهو عالم الملكوت وهو الحاء والخاء والعين والغين

العالم الوسط وهو عالم الجبروت عندنا وعند أكثر أصحابنا وهو التاء والثاء والجيم والدال والذال والراء والزاي والظاء والكاف واللام والنون والصاد والضاد والقاف والسين والشين والياء

عالم الامتزاج بين عالم الجبروت الوسط وبين عالم الملكوت وهو الكاف والقاف

العالم الأسفل وهو عالم الملك والشهادة وهو الباء والميم والواو

یعنی ابن عربی نے حدیث صورت آدم سے وہ وہ ثابت کر دیا کہ خالق و مخلوق کے بیچ کی حدیں سمٹنے لگیں۔ اس طرح انسان الکامل کا تصور بن گیا

غیر مقلدوں کے شیخ الکل ، صوفیوں کے شیخ اکبر کے بارے میں لکھتے ہیں کہ فتوحات مکیہ آخری کتاب ہے

ملا حظہ فرمائیں: صفحہ 123 – 124 الحیاۃ بعدالمماۃ – فضل حسین بہاری – المکتبۃ الاثریہ، سانگلہ ہل

کارے نہ کرد جز بہ کمالات علم و عقل	گوئی کہ صد عمامہ بہ زیر کلاہ داشت

کتاب الرقاق

صحیح بخاری وغیرہ کتب صحاح میں آپ جس وقت کتاب الرقاق پڑھاتے اور نکات تصوف کو بیان فرماتے تو خود کہتے صاحبو ہم تو احیاء العلوم کو یہاں دیکھتے ہیں اسی لئے طبقہ علمائے کرام میں شیخ اکبر محی الدین بن عربی کی بڑی تعظیم کرتے اور خاتم الولایۃ المحمدیہ فرماتے اور بات بھی یہی ہے کہ علم ظاہر و باطن کی ایسی جامعیت ندرت سے خالی نہیں ہے۔ مولانا قاضی بشیر الدین قنوجی علیہ الرحمۃ جو شیخ اکبر کے سخت مخالف تھے ایک مرتبہ دہلی اسی غرض سے تشریف لائے کہ اُن کے بارہ میں **میاں صاحب** سے مناظرہ کریں۔ اور دو مہینے دہلی میں رہے اور روزانہ مجلس مناظرہ گرم رہی مگر **میاں صاحب** اپنی عقیدت سابقہ سے جو شیخ اکبر کی نسبت رکھتے تھے ایک تل کے برابر بھی پیچھے نہ ہٹے آخر مولانا مرحوم جن کو خود **میاں صاحب** سے کمال عقیدت تھی دو مہینے کے بعد واپس تشریف لے گئے۔ مولانا مغفور اکثر طلبہ کو کتب درسیہ پڑھا کر حدیث پڑھنے کے لئے دہلی بھیج دیتے چنانچہ بیشتر شاگرد مولانا مغفور کے **میاں صاحب** کے بھی شاگرد ہیں۔ مگر چوں کہ اُن لوگوں کے خیالات شیخ اکبر کی طرف سے مولانا مغفور کے سینچے ہوئے تھے۔ ان میں بہت کم ایسے ہیں جو شیخ اکبر کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہوں۔ مولانا ابو الطیب محمد شمس الحق (جو مولانا مغفور کے تلمیذ خاص اور **میاں صاحب** کے شاگرد رشید ہیں) نے بھی **میاں صاحب** سے کئی دن

شیخ اکبر کی تعظیم اور اُن سے محبت

شیخ اکبر کے بارہ میں مولانا بشیر الدین سے مناظرہ

۱۲۴

متواتر شیخ اکبر کی نسبت بحث کی اور فصوص الحکم شیخ اکبر پر اعتراضات جمائے۔ **میاں صاحب** نے پہلے تو سمجھایا مگر جب دیکھا کہ ابھی لا نسلم ہی کے کوچہ میں یہ ہیں تو فرمایا کہ "فتوحات مکیہ آخری تصنیف شیخ اکبر کی ہے اور اس لئے اپنی سب تصانیف ماسبق کی یہ ناسخ ہے" اس جملہ پر یہ بھی سمجھ گئے۔

فصوص الحکم پر اعتراضات کا سب کا جامع و مانع مسکت جواب

دوسری تعلیم صوفیہ کرام کی مواظبت علی الطہارۃ ہے جو زینہ ہے آیندہ کی ترقیات گوناگوں کا۔

مواظبت علی الطہارۃ

ثناء اللہ امرتسری کہتے ہیں

فتاویٰ ثنائیہ جلد اول ۲۲۲ باب اول عقائد و مباحث دین

شیخ ابن العربیؒ کی بابت سوال

(۱) اکثر علماء اور خصوصاً گروہ صوفیائے کرام شیخ محی الدین ابن عربی شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور تصانیف فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ وغیرہ ہیں ان کو مقدس بزرگ مانتے ہیں۔ اور بعض علماء شیخ مذکور کو مسئلہ وحدۃ الوجود کے قائل ہونے کی وجہ سے جو ان کی تصانیف سے ظاہر ہے۔ کفر و الحاد کی طرف منسوب کر کے دائرۂ اسلام سے خارج فرماتے ہیں۔ اور بڑے بڑے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ خصوصاً آپ پر اور اہل علم پر ان کی تصانیف سے شیخ موصوف کے خیالات اور ان کی تحقیقات پوشیدہ نہ ہوں گی اور خصوصاً شیخ مذکور کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے اور مسلمانوں کو کیا ظن رکھنا چاہئے۔ امید ہے کہ اشد ضرورت کی وجہ سے بہت جلد جواب سے تشفی فرمائیں گے۔

محمد سلیمان سوداگر چرم جہلم علاقہ نظام

جواب۔ مسئلہ تکفیر شیخ ابن العربی بہت نازک ہے۔ مولانا نواب صاحب بھوپالی مرحوم "تکثار" میں علامہ شوکانی سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے چالیس سال تک شیخ کی تکفیر کی آخر میری رائے غلط معلوم ہوئی۔ تو میں نے رجوع کیا۔ نواب صاحب مرحوم شیخ ممدوح کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور مولانا نذیر حسین المعروف حضرت میاں صاحب مرحوم شیخ ممدوح کو "شیخ اکبر" لکھتے ہیں۔ (معیار الحق ص ۱۲۸)

حضرت مجدد سرہندی بھی شیخ موصوف کو مقربان الٰہی سے لکھتے ہیں۔ بڑی وجہ آپ کی مخالفت کی مسئلہ وحدۃ الوجود ہے۔ سو دراصل اس کی تفسیر پر مدار ہے جیسی اس کی تفسیر ہو ویسا ہی اس کا اثر ہوگا۔ خاکسار کے نزدیک اس کی صحیح تفسیر بھی ہو سکتی ہے جس کا ذکر کبھی کبھی اہل حدیث میں کیا گیا ہے۔ دوسری وجہ خفگی کی ایمان فرعون ہے مگر شیخ کا قول مندرجہ "فتوحات" اس خفگی کا ازالہ کرتا ہے۔ شیخ موصوف نے فتوحات میں فرعون کو مدعی الوہیت لکھ کر ابدی جہنمی لکھا ہے۔ اور کسی مقام پر اس کے خلاف ملتا ہے تو وہ متروک ہے یا مأوّل۔ اس لئے خاکسار کی ناقص رائے میں بھی شیخ ممدوح قابل عزت لوگوں میں ہیں۔ رحمہ اللہ۔

۶ محرم [illegible]

محدثین کا کشفی خواب بیان کرنا

القَولُ البَدِیعُ فی الصَّلاۃِ عَلَی الحَبِیبِ الشَّفِیعِ از شمس الدین ابوالخیر محمد بن عبد الرحمٰن بن محمد السخاوی (المتوفی: 902ھ-) میں سخاوی اپنا قصہ نقل کرتے ہیں جس کے مطابق

أبي بكر بن محمد بن عمر قال كنت عند أبي بكر بن مجاهد فجاء الشبلي فقام إليه أبو بكر بن مجاهد فعانقه وقبل بين عينيه، وقلت له يا سيدي تفعل بالشبلي هكذا وأنت وجميع من ببغداد يتصوران أو قال يقولون أنه مجنون فقال لي فعلت كما رأيت رسول الله — صلى الله عليه وسلم — فعل به وذلك أني رأيت رسول الله — صلى الله عليه وسلم — في المنام وقد أقبل الشبلي فقام إليه وقبل بين عينيه فقلت يا رسول الله أتفعل هذا بالشبلي فقال هذا يقرأ بعد صلاته لقد جاءكم رسول من أنفيكم إلى آخر السورة ويتبعها بالصلاة علي وفي رواية لأنه لم يصل صلاة فريضة إلا ويقرأ {لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ} الآية، ويقول ثلاث مرات صلى الله عليك يا محمد، صلى الله عليك يا محمد، صلى الله عليك يا محمد، قال فلما دخل الشبلي سألته عما يذكر في الصلاة فذكر مثله، وهي عند ابن بشكوال من طريق أبي القاسم الخفاف قال كنت يوماً اقرأ القرآن على رجل يكنى أبا بكر وكان ولياً لله فإذا بأبي بكر الشبلي قد جاء إلى رجل يكني بأبي الطيب كان من أهل العلم فذكر قصة طويلة وقال في آخرها: ومشى الشبلي إلى مسجد أبي بكر بن مجاهد فدخل عليه فقام إليه فتحدث أصحاب ابن مجاهد بحديثهما وقالوا له أنت لم تقم لعلي بن عيسى الوزير وتقوم للشبلي فقال ألا أقوم لمن يعظمه رسول الله — صلى الله عليه وسلم — رأيت النبي — صلى الله عليه وسلم — في النوم فقال لي يا أبا بكر إذا كان في غد فيدخل عليك رجل من أهل الجنة فإذا جاءك فأكرمه قال ابن مجاهد فلما كان بعد ذلك بليلتين أو أكثر رأيت النبي — صلى الله عليه وسلم — في المنام فقال لي يا أبا بكر أكرمك الله كما أكرمت رجلاً من أهل الجنة، فقلت يارسول الله لم أستحق الشبلي هذا منك فقال هذا

رجل يصلي خمس صلوات يذكر في أثر كل صلاة ويقرأ {لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ} الآية، يقول ذلك منذ ثمانين سنة أفلا أكرم من يفعل هذا؟

قلت ويستأنس هنا بحديث أبي إمامه – رضي الله عنه – عن النبي – صلى الله عليه وسلم – قال من دعا بهؤلاء الجعوات في دبر كل صلاة مكتوبة حلت له الشفاعة مني يوم القيامة، اللهم أعط محمداً الوسيلة وأجعل في المصطفين محبته وفي العالمين درجته وفي المقربين داره رواه الطبراني في الكبير وفي سنده مطرح بن يزيد وهو ضعيف, وأما عند إقامة الصلاة فعن الحسن البصري قال من قال مثل ما يقول المؤذن فإذا قال المؤذن قد قامت الصلاة قال اللهم رب هذه الدعوة الصادقة والصلاة القائمة صل على محمد عبدك ورسلك وأبلغه درجة الوسيلة في الجنة، دخل في شفاعة محمد صلى الله عليه وسلم أو نالته شفاعة محمد – صلى الله عليه وسلم – رواه الحسن بن عرفة والنميري.

علامہ سخاوی ابو بکر بن محمد سے نقل کرتے ہیں کہ میں حضرت ابو بکر بن مجاہد کے پاس تھا کہ اتنے میں شیخ المشائخ حضرت شبلی آئے ان کو دیکھ کر ابو بکر بن مجاہد کھڑے ہو گئے۔ ان سے معانقہ کیا، ان کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ میرے سردار آپ شبلی کے ساتھ یہ معاملہ کرتے ہیں حالانکہ آپ اور سارے علماء بغداد یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ پاگل ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے وہی کیا جو حضور اقدس ﷺ کو کرتے دیکھا پھر انہوں نے اپنا خواب سنایا کہ مجھے حضور اقدس ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی کہ حضور ﷺ کی خدمت میں شبلی حاضر ہوئے۔ حضور اقدس ﷺ کھڑے ہو گئے اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور میرے استفسار پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ ہر نماز کے بعد لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ آخر سورۃ تک پڑھتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب بھی فرض نماز پڑھتا ہے اس کے بعد یہ آیت شریفہ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ آخر تک پڑھتا ہے۔ ابو بکر کہتے ہیں کہ اس خواب کے بعد جب شبلی آئے تو میں نے ان سے پوچھا کہ نماز کے بعد کیا ورد پڑھتے ہو تو انہوں نے یہی بتایا۔ ایک اور صاحب سے اسی نوع کا ایک قصہ نقل کیا گیا ہے۔ ابو القاسم خفاف کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت شبلی ابو بکر بن مجاہد کی مسجد میں گئے۔ ابو بکر ان کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔

ابو بکر کے شاگردوں میں اس کا چرچا ہوا۔ انہوں نے استاد سے عرض کیا کہ آپ کی خدمت میں وزیر اعظم آئے ان کے لئے تو آپ کھڑے ہوئے نہیں شبلی کیلئے آپ کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں ایسے شخص کیلئے کیوں نہ کھڑا ہوں جس کی تعظیم حضور اقدس ﷺ خود کرتے ہیں۔ اس کے بعد استاد نے اپنا ایک خواب بیان کیا اور یہ کہا۔ رات میں نے حضور اقدس ﷺ کی خواب میں زیارت کی تھی۔ حضور ﷺ نے خواب میں ارشاد فرمایا تھا کہ کل کو تیرے پاس جنتی شخص آئے گا جب وہ آئے تو اس کا احترام کرنا۔ ابو بکر کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے دو ایک دن کے بعد پھر حضور ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی۔ حضور اقدس ﷺ نے خواب میں ارشاد فرمایا۔ اے ابو بکر، اللہ تمہارا بھی ایسا ہی اکرام فرمائے جیسا کہ تم نے ایک جنتی آدمی کا اکرام کیا۔ میں نے عرض کیا۔

یا رسول اللہ ﷺ شبلی کا یہ اعزاز آپ ﷺ کے ہاں کس وجہ سے ہے حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ پانچوں نمازوں کے بعد یہ آیت پڑھتا ہے۔ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ (الآیۃ) اور اسی (۸۰) برس سے اس کا یہ معمول ہے۔ بحوالہ فضائل درود شریف (بحوالہ القول البدیع)۔

الزاہد ابو بکر دلف بن جعفر بن یونس الشبلی کی پیدائش سن ۲۴۷ ہے اور وفات ۳۳۴ ہجری ہے

کتم علم کے دلائل

ہل سنت کے بعض لوگوں نے تقیہ کی دلیل صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی لی ہے

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَخِي، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيدٍ المَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وِعَاءَيْنِ: فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهُ، وَأَمَّا الآخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُهُ قُطِعَ هَذَا البُلْعُومُ

ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، ان سے ان کے بھائی عبدالحمید) نے ابن ابی ذئب سے نقل کیا۔ وہ سعید المقبری سے روایت کرتے ہیں، وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (علم کے) دو برتن یاد کر لیے ہیں، ایک کو میں نے پھیلا دیا ہے اور دوسرا برتن اگر میں پھیلاؤں تو میرا یہ نرخرا کاٹ دیا جائے

یہ روایت ایک ہی سند سے آتی ہے

عَنْ ابْنِ أبِي ذِئْبٍ، عَنْ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وِعَاءَيْنِ, فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهُ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُهُ قُطِعَ هَذَا الْبُلْعُومُ.

اول اس میں ابْنِ اِبِی ذِئْبٍ، ہے جو مدلس ہے اس روایت کی تمام اسنادیں اس کا عنعنہ ہے

دوم سعید المقبری ہے جو آخری عمر میں مختلط تھا اور اس دور میں اس کی محدثین کہتے ہیں وہی روایت صحیح ہے جو لیث کے طرق سے ہوں

سوم یہ متن مشکوک ہے کہ ابو ہریرہ نے کہا ہو- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو تو روایات سنانے کا اتنا شوق تھا کہ ایک حدیث میں ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ گویا لسٹ بنا دی روایات کی- اور پھر امام مسلم کہتے ہیں کعب الاحبار کے اقوال ملا دیے

حدیث رسول میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا دوسروں کا (مثلا کعب احبار) یا اپنا قول ملا دینے کا ذکر خود محدثین و محققین نے کیا ہے

طاہر القادری کتاب حقیقت تصوف میں لکھتے ہیں

علم باطن اور علم ظاہر کی وضاحت احادیث رسول ﷺ سے بھی ہوتی ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

قال حفظت من رسول الله ﷺ وعائین فاما احدهما فبثثته واما الاخر فلوبثثته قطع هذا البلعوم
(صحیح بخاری، ۱: ۲۳)

فرمایا میں نے حضور ﷺ سے دو علوم سیکھے ہیں۔ پہلا علم میں نے تم پر بیان کر دیا اور اگر دوسرا بیان کر دوں تو یہ گردن اڑا دی جائے۔

علم چھپانے کا حکم نبوی ؟

قرآن میں کتم علم الوحی پر سخت وعید ہے

اِنَّ الَّـذِيْنَ يَكْـتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْـهُـدٰى مِنْ بَعْدِ
مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتَابِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُـمُ اللّـٰهُ وَيَلْعَنُهُـمُ
اللَّاعِنُـوْنَ (159

بے شک جو لوگ ان کھلی باتوں اور ہدایت کو جسے ہم نے نازل کر دیا ہے اس کے بعد بھی چھپاتے ہیں کہ ہم نے ان کو لوگوں کے لیے کتاب میں بیان کر دیا، یہی لوگ ہیں کہ ان پر اللہ لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔

اِلَّا الَّـذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُـوْا فَـاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْـهِـمْ ۚ
وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْـمُ (160

مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اور اصلاح کر لی اور ظاہر کر دیا پس یہی لوگ ہیں کہ میں ان کی توبہ قبول کرتا ہوں، اور میں بڑا توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم والا ہوں

مسند احمد کی ایک سند سے معلوم ہوا ہے کہ انس رضی اللہ عنہ نے معاذ سے الوحی غیر متلو میں ایک حدیث کو سنا تھا

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: أَتَيْنَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ، فَقُلْنَا: حَدِّثْنَا مِنْ غَرَائِبِ حَدِيثِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: نَعَمْ، كُنْتُ رِدْفَهُ عَلَى حِمَارٍ قَالَ: فَقَالَ: " يَا مُعَاذُ بْنَ جَبَلٍ " قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: " هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ اللهِ عَلَى الْعِبَادِ؟ " قُلْتُ: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: " إِنَّ حَقَّ اللهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا " قَالَ: ثُمَّ قَالَ: " يَا مُعَاذُ " قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ. قَالَ: " هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللهِ إِذَا هُمْ فَعَلُوا ذَلِكَ؟ " قَالَ: قُلْتُ: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: " أَنْ لَا يُعَذِّبَهُمْ

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا معاذ ہمارے پاس پہنچے تو ہم نے کہا حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی عجیب و غریب حدیث بیان کیجیے – معاذ نے کہا اچھا میں رسول اللہ کے گدھے کا

ردیف تھا یعنی ساتھ چل رہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم کو معلوم ہے اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے ؟ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول جانتے ہیں-آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ بندے صرف اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ شریک نہ کریں- پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ بندوں کا حق اللہ تعالی پر کیا ہے اگر وہ یہ کریں ؟ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول جانتا ہے-آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حق یہ ہے کہ وہ ان کو عذاب نہ دے

یہ متن وہ ہے جس انس رضی اللہ عنہ نے معاذ رضی اللہ عنہ سے سنا لیکن اس حدیث کو چھپایا جائے گا اس کا اضافہ کسی نے انس سے بیان کیا تھا- تقیہ سے منع کرنے والے اہل سنت کے بعض لوگ کہتے ہیں کہ دین میں کتم علم یا علم کی باتیں چھپائی جا سکتی ہیں اس کی دلیل صحیح بخاری کی حدیث ہے

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، قَالَ: ذُكِرَ لِي أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ: «مَنْ لَقِيَ اللَّهَ لاَ يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا دَخَلَ الجَنَّةَ»، قَالَ: أَلاَ أُبَشِّرُ النَّاسَ؟ قَالَ: «لاَ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يَتَّكِلُوا»

انس رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا مجھ سے ذکر کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جو شخص اللہ سے اس کیفیت کے ساتھ ملاقات کرے کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو، وہ (یقیناً) جنت میں داخل ہو گا، معاذ بولے، یا رسول اللہ! کیا میں اس بات کی لوگوں کو بشارت نہ سنا دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، مجھے خوف ہے کہ لوگ اس پر بھروسہ کر بیٹھیں گے۔

راقم کہتا ہے اس حدیث کا آخری حصہ منکر المتن ہے - ایسی بات چھپانا جس کا تعلق اخروی فلاح سے ہو انبیاء کی سنت نہیں - مسند احمد میں ہے

حَدَّثَنَاهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: كُنْتُ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ اللهِ عَلَى عِبَادِهِ؟» قُلْتُ: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: «أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا» قَالَ: «هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللهِ إِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ؟ أَنْ يَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا يُعَذِّبَهُمْ» ، قَالَ مَعْمَرٌ، فِي حَدِيثِهِ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَلَا أُبَشِّرُ النَّاسَ؟ قَالَ: «دَعْهُمْ يَعْمَلُوا

معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا پس آپ نے فرمایا کہ کیا تو جانتا ہے کہ اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے ؟ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول جانتے ہیں ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو ۔پھر آپ نے فرمایا کیا تو جانتا ہے بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے اگر وہ ایسا کریں ؟ آپ نے خود ہی جواب دیا کہ وہ ان کی مغفرت کرے ان کو عذاب نہ دے ۔معمر نے کہا اس حدیث میں کہ معاذ نے کہا میں نے کہا یا رسول اللہ میں لوگوں کو بشارت نہ دے دوں ؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو عمل کرنے دو۔

اسی طرح مصنف عبد الرزاق میں ہے جو امام بخاری کے مشائخ کے استاد ہیں یعنی یہ روایت بخاری کو ملنے سے پہلے امام عبد الرزاق کو ملی تھی اور ان کی کتاب المصنف میں اس کا متن بھی الگ ہے ۔ معلوم ہوا کہ صحیح بخاری کی روایت میں مسدد نے سمجھنے میں غلطی کی ہے ۔لوگوں کو عمل کرنے دو کا مطلب یہ تھا کہ بعد میں بتا دینا فوری ضرورت نہیں ہے ۔اس کو چھپا دینا مراد نہیں تھا

صحیح بخاری میں یہ واقعہ ایک دوسری سند سے ہے کہ معاذ اس علم کی بات کو چھپاتے رہے اور وفات سے قبل بتایا کہ علم ختم نہ ہو جائے وأخبر بها معاذ عند موته تأثّمًا

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمُعاذٌ رَدِيفُهُ عَلَى الرَّحْلِ، قَالَ: «يَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ»، قَالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ، قَالَ: «يَا مُعَاذُ»، قَالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ ثَلاَثًا، قَالَ: «مَا مِنْ أَحَدٍ يَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ [ص:38] مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، صِدْقًا مِنْ قَلْبِهِ، إِلَّا حَرَّمَهُ اللَّهُ عَلَى النَّارِ»، قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ: أَفَلاَ أُخْبِرُ بِهِ النَّاسَ فَيَسْتَبْشِرُوا؟ قَالَ: «إِذًا يَتَّكِلُوا» وَأَخْبَرَ بِهَا مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهِ تَأَثُّمًا

معاذ نے کہا میں نے کہا یا رسول اللہ میں لوگوں کو خبر نہ دے دوں ؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اسی پر تکیہ کر لیں گے ! اور معاذ نے موت کے وقت کتمان حق کے ڈر سے اس حدیث کا بتایا

سند میں مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، ہے جس کو ابن حجر کہتے ہیں وہم ہوتا ہے –ابن معین کہتے ہیں اس کی حدیث دلیل نہیں ہے

قال الآجُريُّ: قلتُ لأبي داود: معاذ بن هشام عندك حجة؟ قال: أكره أن أقول شيئًا، كان يحيى لا يرضاه.

قال أبو عبيد (الآجُريُّ): لا أدري مَنْ يحيى، يحيى بن معين، أو يحيى القَطَّان. وأظنه يحيى القَطَّان. ”سؤالاته“ 3/ 263 و 264.

الاجری نے کہا میں نے ابو داود سے معاذ بن ہشام کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اس پر کچھ کہنے سے کراہت کی اور کہا یحییٰ اس کو پسند نہیں کرتے تھے ... میرا خیال ہے امام یحییٰ بن سعید القطان مراد تھے

قال ابن أبي خيثمة: سئل يحيى بن معين عن معاذ بن هشام فقال: ليس بذاك القوي

ابن معین نے کہا ایسا کوئی قوی راوی نہیں ہے

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی وفات طاعون عمواس میں اردن کے مضافات میں سن 18 ہجری میں ہوئی – انس رضی اللہ عنہ وہاں اس وقت موجود نہیں تھے- جہاں طاعون پھیلا ہو وہاں جانا منع ہے – انس رضی اللہ عنہ نے اس روایت کو خود معاذ رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا بلکہ کہا مجھ سے ذکر کیا کسی نے خبر دی

مختصر صحیح بخاری میں البانی نے تعلیق میں لکھا ہے

لأن أنساً كان بالمدينة حين مات معاذ بالشام

انس مدینہ میں تھے جب معاذ کی شام میں وفات ہوئی

اور صحیح بخاری کی حدیث جو راقم نے سب سے اوپر لکھی ہے اس میں ہے کہ انس نے کہا

قَالَ: ذُكِرَ لِي مجھ سے ذکر کیا گیا

معلوم ہوا کہ انس رضی اللہ عنہ نے روایت کا آخری حصہ خود معاذ سے نہیں سنا تھا بلکہ کسی نے ان سے ذکر کیا جس کا نام انہوں نے نہیں لیا کہ کون تھا جس نے اضافہ کیا کہ نبی کا حکم تھا لوگوں سے ذکر مت کرو وہ اس پر بھروسہ کریں گے- مسند احمد میں یہ قتادہ کی سند ہے کہ لوگ اس بات پر بھروسہ کر لیں گے

حَدَّثَنَا بَهْزٌ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ، حَدَّثَهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ: «يَا مُعَاذُ بْنَ جَبَلٍ» قَالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ، قَالَ: «لَا يَشْهَدُ عَبْدٌ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، ثُمَّ يَمُوتُ عَلَى ذَلِكَ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ» قَالَ: قُلْتُ [ص:336]: أَفَلَا أُحَدِّثُ النَّاسَ؟ قَالَ: «لَا، إِنِّي أَخْشَى أَنْ يَتَّكِلُوا عَلَيْهِ»

قتادہ مدلس نے عنعنہ سے روایت کیا ہے

مسند احمد میں ہے

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرٍو يَعْنِي ابْنَ دِينَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ: أَخْبَرَنَا مَنْ شَهِدَ مُعَاذًا حِينَ حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ. يَقُولُ: اكْشِفُوا عَنِّي سَجْفَ الْقُبَّةِ أُحَدِّثُكُمْ

حَدِيثًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ مَرَّةً:
أُخْبِرُكُمْ بِشَيْءٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أُحَدِّثَكُمُوهُ إِلَّا أَنْ تَتَّكِلُوا سَمِعْتُهُ يَقُولُ: " مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ مُخْلِصًا مِنْ قَلْبِهِ، أَوْ يَقِينًا مِنْ قَلْبِهِ، لَمْ يَدْخُلِ النَّارَ،

عمرو بن دینار نے کہا میں نے جابر بن عبد اللہ سے سنا کہا ہم کو اس نے خبر دی جس نے مُعَاذٌ کو ان کی وفات پر پایا کہ وہ کہہ رہے تھے میں تم کو ایک چیز کی خبر کرتا ہوں جس کو میں نے رسول اللہ سے سنا تھا مجھے کسی بات نے منع نہ کیا کہ اس کو تم سے بیان کروں سوائے اس کے کہ تم اس پر حدیث پر تکیہ کر لیتے- مُعَاذٌ نے پھر حدیث بیان کی

اس روایت کو شعیب نے صحیح کہا ہے –اس روایت میں تاثر دیا گیا ہے کہ معاذ نے اس کو صرف اپنے بعض شامی شاگردوں کو نہیں سنایا تھا اور مدعا کہ تم اس متن پر تکیہ کر لیتے حدیث رسول نہیں تھے صرف مُعَاذٌ کا گمان تھا

مسند احمد میں ہے

حَدَّثَنَا عَفَّانُ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ بَهْدَلَةَ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، أَنَّهُ إِذْ حُضِرَ قَالَ: أَدْخِلُوا عَلَيَّ النَّاسَ فَأُدْخِلُوا عَلَيْهِ فَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا جَعَلَهُ اللهُ فِي الْجَنَّةِ" وَمَا كُنْتُ أُحَدِّثُكُمُوهُ، إِلَّا عِنْدَ الْمَوْتِ وَالشَّهِيدُ عَلَى ذَلِكَ عُوَيْمِرٌ أَبُو الدَّرْدَاءِ، فَأَتَوْا أَبَا الدَّرْدَاءِ، فَقَالَ: صَدَقَ أَخِي وَمَا كَانَ يُحَدِّثُكُمْ بِهِ إِلَّا عِنْدَ مَوْتِهِ

اَبِی صَالِحٍ نے مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ سے روایت کیا جب وہ حضوری پر تھے کہا لوگوں کو یہاں داخل کرو پس لوگ جمع ہوئے مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ نے کہا میں نے رسول اللہ سے سنا تھا جس کو موت آئی کہ شرک نہ کرتا ہو اللہ اس کو جنت میں کرے گا اور یہ حدیث میں نے نہیں سنائی سوائے موت پر اور اس کے گواہ عُوَيْمِرٌ اَبُو الدَّرْدَاءِ ہیں پس عُوَيْمِرٌ اَبُو الدَّرْدَاءِ آئے اور فرمایا سچ کہا بھائی آپ نے میں (بھی) اس کو روایت نہیں کرتا سوائے موت پر

راقم کہتا ہے سند منقطع ہے۔ ابو صالح ذکوان السمان کا سماع نہ معاذ المتوفی ۱۸ھ سے ہے نہ عُوَيْمِرٌ اَبُو الدَّرْدَاءِ المتوفی ۳۲ سے ہے

البتہ غالبا یہ قول کہ اس حدیث کو چھپایا جائے انس رضی اللہ عنہ کو ابو صالح ذکوان السمان سے ملا ہو گا کیونکہ انس مدینہ میں تھے اور معاذ شام میں- بعض راوی نے یہ بھی بیان کر دیا کہ اس حدیث کو انس نے بھی نبی سے سنا تھا جس پر محدث ابن خزیمہ نے جرح کی- ایمان ابن مندہ میں ہے

وَأَنْبَأَ أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ، وَعَلِيُّ بْنُ نَصْرٍ، قَالَا: ثَنَا مُعَاذُ بْنُ الْمُثَنَّى، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمِنْهَالِ، ثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، ثَنَا التَّيْمِيُّ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: ذُكِرَ لِي أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِمُعَاذٍ: وَلَمْ أَسْمَعْهُ مِنْهُ

ابن مندہ کا قول ہے کہ انس نے یہ حدیث معاذ سے نہیں سنی

ایسا ہی قول ابن حجر کا فتح الباری میں ہے –راقم کہتا ہے حدیث سنی لیکن اس کا آخر إِنِّي أَخَافُ أَنْ يَتَّكِلُوا کہ لوگ اس پر تکیہ کر لیں گے (اس کو چھپایا جائے) انس نے نہیں سنا ان سے کسی نے بیان کیا

توحید ابن خزیمہ میں مختلف مقام پر ابن خزیمہ اس روایت کا ذکر ہے

حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، قَالَ: أَخْبَرَنا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَلَمَةُ بْنُ وَرْدَانَ، قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا مَعَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيِّ فَقَالَ أَنَسٌ: فَجَاءَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ الْأَنْصَارِيُّ مِنْ عِنْدِ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: مِنْ أَيْنَ جِئْتَ؟ فَقَالَ:
مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قُلْتُ: مَاذَا قَالَ لَكَ؟
قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ
إِلَّا اللَّهُ مُخْلِصًا، دَخَلَ الْجَنَّةَ» فَقُلْتُ: أَنْتَ سَمِعْتَهُ، قَالَ: نَعَمْ،
قَالَ أَنَسٌ: فَقُلْتُ أَذْهَبُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،
فَأَسْأَلُهُ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، فَأَتَاهُ، فَسَأَلَهُ فَقَالَ: «صَدَقَ مُعَاذٌ، صَدَقَ
مُعَاذٌ، صَدَقَ مُعَاذٌ» ثَلَاثًا

سَلَمَۃُ بْنُ وَرْدَان نے بیان کیا کہ میں انس بن مالک کے ساتھ تھا۔انس نے کہا کہ معاذ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے آئے میں نے پوچھا کہاں سے آرہے ہو؟ معاذ نے کہا میں رسول اللہ صَلَّى اللہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ کے پاس سے آرہا ہوں۔میں نے پوچھا کیا فرمایا رسول اللہ نے؟ معاذ نے کہا کہ رسول اللہ صَلَّى اللہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جس نے شہادت دی کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں مخلص ہو کر وہ جنت میں داخل ہوا۔میں نے کہا کیا تم نے سنا تھا؟ معاذ نے کہا ہاں۔انس نے کہا چلو رسول اللہ کے پاس ان سے سوال کرتے ہیں۔معاذ نے کہا ہاں چلو، پس ہم رسول اللہ کے پاس پہنچے اور اس حدیث پر سوال کیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معاذ نے سچ کہا تین بار

قَالَ أَبُو بَكْرٍ قَرَأْتُ عَلَى بُنْدَارٍ أَنَّ ابْنَ أَبِي عَدِيٍّ حَدَّثَهُمْ عَنْ
شُعْبَةَ، عَنْ صَدَقَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ مَاتَ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، دَخَلَ الْجَنَّةَ» قَالَ أَبُو بَكْرٍ: صَدَقَةُ، هَذَا رَجُلٌ مِنْ آلِ أَبِي الْأَحْوَصِ كَذَا كَانَ فِي الْكِتَابِ عِلْمِي وَرَوَى سَلَمَةُ بْنُ وَرْدَانَ، وَأَنَا أَبْرَأُ مِنْ عُهْدَةِ هَذَا الْخَبَرِ، عَنْ أَنَسٍ فَأَخْطَأَ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ، فَزَعَمَ أَنَّ أَنَسًا سَمِعَ هَذَا الْخَبَرَ مِنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، ثُمَّ سَمِعَهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابن خزیمہ نے کہا میں نے امام بندار پر پڑھا کہ روایت کیا

ابْنَ أَبِي عَدِيٍّ حَدَّثَهُمْ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ صَدَقَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ مَاتَ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، دَخَلَ الْجَنَّةَ

ابن خزیمہ نے کہا... سلمہ بن وردان میں اس کی خبر کے عہد سے بری ہوں کیونکہ اس نے انس سے روایتِ میں غلطی کی ہے —پس دعوی کیا ہے کہ انس نے اس حدیث کو مُعَاذِ سے سنا پھر نبی صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ سے

اسی طرح اہل سنت کے بعض لوگوں نے تقیہ کی دلیل صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی لی ہے

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَخِي، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيدٍ المَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وِعَاءَيْنِ: فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهُ، وَأَمَّا الآخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُهُ قُطِعَ هَذَا البُلْعُومُ

ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، ان سے ان کے بھائی عبدالحمید) نے ابن ابی ذئب سے نقل کیا۔ وہ سعید المقبری سے روایت کرتے ہیں، وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (علم کے) دو برتن یاد کر لیے ہیں، ایک کو میں نے پھیلا دیا ہے اور دوسرا برتن اگر میں پھیلاؤں تو میرا یہ نرخرا کاٹ دیا جائے

یہ روایت ایک ہی سند سے اتی ہے

عَنْ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وِعَاءَيْنِ, فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهُ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُهُ قُطِعَ هَذَا الْبُلْعُومُ.

اول اس میں ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، ہے جو مدلس ہے اس روایت کی تمام اسناد میں اس کا عنعنہ ہے

دوم سعید المقبری ہے جو آخری عمر میں مختلط تھا اور اس دور میں اس کی محدثین کہتے ہیں وہی روایت صحیح ہے جو لیث کے طرق سے ہوں

سوم یہ متن مشکوک ہے کہ ابو ہریرہ نے کہا ہو- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو تو روایات سنانے کا اتنا شوق تھا کہ ایک حدیث میں ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ گویا لسٹ بنا دی روایات کی- اور پھر امام مسلم کہتے ہیں کعب الاحبار کے اقوال ملا دیے

حدیث رسول میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا دوسروں کا (مثلا کعب احبار) یا اپنا قول ملا دینے کا ذکر خود محدثین و محققین نے کیا ہے

علم باطن ایک راز ہے

تخریج احادیث الاحیاء از : العِراقی (725-806ھ-)، ابن السبکی (727-771ھ-)، الزبیدی (1145-1205ھ-) استخراج: اِبی عبداللہ محمود بن محمد الحدّاد میں ہے

روا ه الحافظ أبو مسعود أيضاً في مسلسلاته فقال سألت محمد بن الحسين الصوفي يعني أبا عبد الرحمن السلمي عن علم الباطن قال حدثنا أحمد بن يعقوب بن نصر و سألته عن علم الباطن قال سألت أحمد بن غسان عن علم الباطن قال سألت الحسن عن علم الباطن قال سألت حذيفة بن اليمان عن علم الباطن قال سألت رسول الله – صلّى الله عليه و سلم – عن علم الباطن قال سألت جبريل عليه السلام عن علم الباطن قال سألت الله تبارك و تعالى عن علم الباطن قال يا جبريل هو سر بيني وبين أوليائي وأصفيائي أودعته في قلوبهم لا يطلع عليه ملك مقرب ولا نبي مرسل.

حسن نے حذیفۃ سے علم باطن پر سوال کیا تو کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر سوال کیا تھا، توانھوں نے فرمایا میں نے جبریل سے اس پر سوال کیا تھا توانہوں نے کہا میں نے اللہ سے اس پر سوال کیا تھا تو اللہ نے فرمایا

علم باطن یہ میرے اور میرے اولیاء کے درمیان راز ہے جس کو کوئی فرشتہ و نبی مرسل مطلع نہ ہو سکا

اس روایت پر وحکم علی ہذاالحدیث بالوضع یعنی اس پر گھڑی ہوئی ہونے کا حکم ہے

کعبہ کا اصل ڈیزائن چھپایا جائے؟

کتم علم کی اہل سنت کی دلیلوں میں ایک حدیث ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ان کو خبر دی تھی کہ کعبہ کی موجودہ تعمیر غیر ابراہیمی ہے، غلط ہے لیکن چونکہ ان کی امت ایام جاہلیت سے ابھی ابھی نکلی ہے وہ کعبہ کے ڈیزائن کو اپنی حیات مبارکہ میں تبدیل نہیں کریں گے [7]- یہ خبر علم باطن کی طرح ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتائی گئی - لیکن بعد وفات النبی عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ اپنے شاگرد تابعی اسود بن یزید کو بتا

7

جن اسناد کو بیان کیا جاتا ہے ان کی تفصیل یہ بنتی ہے

عورتوں کی روایت: ترمذی نے اس کو صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ اور مرجانة ، أم علقمة (والدة علقمة بن أبي علقمة) کی سند سے عائشہ رضی اللہ عنہا سے منسوب کیا ہے—یہ دونوں مجہول الحال ہیں—

مردوں کی روایت: اس روایت کو عبد الله بن زبير یا الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ اور عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ (مجہول الحال) نے ام المومنین سے منسوب کیا تھا

اسود نے یہ بات ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو بتا دی - مسند احمد میں ہے کہ اسود اور ابن زبیر میں دی مکالمہ ہوا

حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، قَالَ: قَالَ لِي ابْنُ الزُّبَيْرِ: حَدِّثْنِي بَعْضَ مَا كَانَتْ تُسِرُّ إِلَيْكَ أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ، فَرُبَّ شَيْءٍ كَانَتْ تُحَدِّثُكَ بِهِ تَكْتُمُهُ النَّاسَ، قَالَ: قُلْتُ: لَقَدْ حَدَّثَتْنِي حَدِيثًا حَفِظْتُ أَوَّلَهُ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيثٌ عَهْدُهُمْ بِجَاهِلِيَّةٍ» أَوْ قَالَ: «بِكُفْرٍ»، قَالَ: يَقُولُ ابْنُ الزُّبَيْرِ:، «لَنَقَضْتُ الْكَعْبَةَ، فَجَعَلْتُ لَهَا بَابَيْنِ فِي الْأَرْضِ، بَابًا يُدْخَلُ مِنْهُ، وَبَابًا يُخْرَجُ مِنْهُ»، قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ: «فَأَنَا رَأَيْتُهَا كَذَلِكَ

ابن زبیر نے الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ سے کہا کچھ وہ راز بتاؤ جو ام المومنین نے تم کو راز بتایا، ہو سکتا ہے کچھ بتایا ہو جس کو لوگوں سے چھپایا –اسود نے کہا عائشہ نے ایک حدیث بیان کی جس کا شروع میں نے یاد کیا –انہوں نے کہا رسول اللہ نے فرمایا اگر تیری قوم کا دور جاہلیت کے قریب نہ ہوتا یا کہا کفر کے –أَبُو إِسْحَاقَ کہا ابن زبیر کہتے تھے : میں کعبہ کو بدلتا ہوں اس میں دو دروازے کرتا ایک سے داخل ہوں ایک سے نکلیں –ابو اسحاق نے کہا پس میں نے ایسا ہی دیکھا (جب ابن زبیر نے بدلا)

یہ روایت اسود بن یزید کی پھیلائی ہوئی ہے اور ابن زبیر نے اس کو اسود سے لیا- سنن ترمذی میں ہے

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ الأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ، أَنَّ ابْنَ الزُّبَيْرِ، قَالَ لَهُ: حَدِّثْنِي بِمَا كَانَتْ تُفْضِي إِلَيْكَ أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ يَعْنِي عَائِشَةَ، فَقَالَ: حَدَّثَتْنِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا: "لَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيثُو عَهْدٍ بِالجَاهِلِيَّةِ، لَهَدَمْتُ الكَعْبَةَ، وَجَعَلْتُ لَهَا بَابَيْنِ" قَالَ: فَلَمَّا مَلَكَ ابْنُ الزُّبَيْرِ هَدَمَهَا وَجَعَلَ لَهَا بَابَيْنِ

اسود بن یزید سے روایت ہے کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا: تم مجھ سے وہ باتیں بیان کرو، جسے ام المؤمنین یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا نے تم سے بیان کیا ہو، الأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ نے کہا: عائشہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: "اگر تمہاری قوم کے لوگ جاہلیت چھوڑے ہوئے نہ ہوئے ہوتے، تو میں کعبہ کو گرادیتا اور اس میں دو دروازے کر دیتا"، چنانچہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما جب اقتدار میں آئے تو انہوں نے کعبہ گرا کر اس میں دو دروازے کر دیئے۔

راقم کہتا ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ رسول اللہ نے دین میں کچھ عام اصحاب مہاجرین و انصار سے چھپا دیا ہو؟ تعمیر کعبہ والی خبر الوحی غیر متلو میں سے اگر ہے تو خود عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ جس نے یہ کہا کہ اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی کوئی بات چھپا دی اس نے جھوٹ باندھا

وَمَنْ حَدَّثَكَ أَنَّهُ كَتَمَ شَيئاً مِمَا أنْزِلَ إِلِيهِ مِنَ الوَحْيِ فَقَدْ كَذَبَ

اور جس نے یہ کہا کہ جواپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہواالوحی میں سے اس کو چھپادیااس نے کذب کہا

تعمیر اصل کو مکہ والوں نے کیوں بدلا ؟ اس پر جو جواب دیے گئے ہیں ان میں سے چند ہیں

اول وہ اس میں اپنی مرضی سے لوگوں کو داخل کرتے - عوام کو دھکے دیتے

دوم اس کی تعمیر کے وقت مال حلال کم پڑ گیا وہ سودی مال سے کعبہ تعمیر نہیں کرنا چاہتے تھے- جب مال حلال کم پڑ گیا تو تعمیر کو بدلا گیا !

روایت میں ہے کعبہ کی تعمیر پر بہت خرچہ ہوتا تھا؟ راقم کہتا ہے اس میں کوئی بہت خرچہ نظر نہیں آتا- کعبہ کو تمام مکہ والے مل کر بناتے تھے اس میں اینٹیں تو چٹان کی ہیں ہاں چھت کی لکڑی ٹوٹ جاتی یا جل جاتی تھی- لیکن جو تعمیر قریش نے کی اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی شرکت کی ہے اور روایت کے مطابق ایک دفعہ اس کی لکڑی ایک ٹوٹی رومی کشتی کی تھی جو جدہ کے ساحل پر تباہ ہوئی اور عربوں نے رومیوں کو بچایا تھا- لہٰذا اس کی تعمیر پر کوئی خرچ کیا تھا؟ کعبہ کی تعمیر کرنا مشرکین کے نزدیک بھی نیکی تھا جس طرح مسجد الحرام کی دیکھ بھال کرنا اور حاجیوں کو پانی پلانا یھاں تک کہ کعبہ کی چابی اور اس کے غلاف تک کے حوالے سے ان میں نیکی کا تصور تھا— کعبہ کی تعمیر میں خرچہ کم نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ تمام عرب یہاں اتے تھے اس کی تعمیر صرف قریش ہی نہیں دیگر قبائل بھی شوق سے کرتے جن کے بت اس میں تھے

باقی یہ قول کہ کعبہ میں قریش جس کو چاہتے داخل کرتے یہ بھی مشکل قول ہے کیونکہ کعبہ میں خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہوئے-کعبہ کے اندر حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بھی پیدا ہوئے کیونکہ ان کی والدہ حمل سے تھیں کو درد ہوا وہ کعبہ میں داخل ہو گئیں–تاریخ جاہلی میں واقعہ بیان کیا جاتا ہے عرب بیت اللہ میں داخل ہوئے تو قبیلہ جرھم یا قریش کے دو معشوق اساف و نائل تانبے کے بت بنے نظر آئے، عربوں نے جاہلت میں اس کو اللہ کی نشانی سمجھ کر ان بتوں کی پوجا شروع کر دی-اساف کا بت کوہ صفا پر رکھ دیا اور نائل یا نائلہ کا بت کوہ مروہ پر–بعد میں بتایا گیا کہ یہ دونوں بت اس لئے بنے تھے کہ انہوں نے کعبہ میں زنا کا ارادہ کیا تھا لہٰذا عذاب کا شکار ہوئے (مسند البزار)-مسند الرویانی کی روایت میں ہے کہ یہ دونوں قریشی تھے طواف کر رہے تھے ان دونوں نے خلوت گاہ کے لئے کعبہ کو لیا جسے ہی ایک نے دوسرے پر ہاتھ رکھا اللہ نے ان دونوں کو تانبے میں بدل دیا پھر جب لوگ کعبہ میں داخل ہوئے تو ان کو دیکھا اور بولے

لَوْلَا أَنَّ اللَّهَ رَضِيَ أَنْ يُعْبَدَ هَذَانِ الْإِنْسَانَانِ لَمَا نَكَّسَهُمَا نُحَاسًا

اللہ ان دونوں انسانوں کی عبادت سے راضی ہے تبھی یہ تانبہ بن گئے

بہر حال معلوم ہوا کہ کعبہ تو کھلا مقام تھا جہاں جو چاہتا چلا جاتا تھا-کعبہ کی چابی تھی اور اس کا مقصد یقینا رات میں بند کرنا تھا-اگر کعبہ مسلسل بند رہتا تو ۳۶۰ بتوں کی عبادت کیسے کی جاسکتی تھی؟

راقم اس روایت کو مبہم قرار دیتا ہے کہ یہ روایت سننے سمجھنے میں راویوں کو کوئی غلطی ہوئی ہے خود عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول اس کے خلاف کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہیں چھپایا جبکہ روایت کہہ رہی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تعمیر کی بات چھپا دی- اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی راز کی بات کو کہا جاتا ہے کہ ام المومنین سب تابعین کو سناتی تھیں لیکن یہ بات اصحاب رسول سے چھپا کر رکھی جاتی تھی –یا للعجب

البتہ اسود کی اس خبر کو ابن زبیر رضی اللہ عنہ صحیح سمجھ بیٹھے اور کعبہ کو تبدیل کیا لیکن امت میں اس کے خلاف آواز بلند ہوئی سب سے سخت بات ابن عباس رضی اللہ عنہ کی جانب سے ہوئی کہ یہ تعمیر صحیح نہیں ہے (بحوالہ تاریخ مکہ از ابن شبہ)[8]- ابن زبیر کے بعد بنو امیہ نے کعبہ کو اسی حالت میں کر دیا جس میں وہ شروع سے تھا الحمد للہ

8

كتاب أخبار مكة وما جاء فيها من الأثار از الأزرقي (المتوفى: 250هـ) کے مطابق ابن زبیر نے کعبہ کو منہدم کرنے کا ارادہ کیا اس پر لوگوں میں اختلاف ہوا بعض کا کہنا تھا کہ یہ کرنے پر عذاب نازل ہو گا

وَأَبَى أَكْثَرُ النَّاسِ هَدْمَهَا، وَكَانَ أَشَدَّهُمْ عَلَيْهِ إِبَاءً عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ
اور لوگوں کی اکثریت نے کعبہ کو منہدم کرنے سے انکار کیا جن میں سب سے زیادہ شدت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ظاہر کی

بحث اس میں تھی کہ حطیم ، کعبہ ہی ہے یا الگ ہے - اہل تشیع نے اہل بیت النبی کا موقف بیان کیا ہے کہ حطیم کعبہ کا حصہ نہیں ہے بلکہ یہ محض ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کا گھر تھا - وہ یہاں آدھے دائرے یعنی حطیم کی باڑھ میں اپنی بکریاں رکھتے تھے[9] - راقم اس قول کو قبول کرتا ہے اور

9

یہاں پر اہل تشیع کی رائے دلچسپی سے خالی نہیں جن کے نزدیک حطیم کا تعلق ابراہیم یا اسمٰعیل کے ریوڑ سے تھا، کعبہ سے نہیں تھا- اہل تشیع میں عموم قول ہے کہ امام ابی جعفر نے کہا
ذلك حطيم إسماعيل الذي كان يذود فيه غنيمته (بحار الانور از مجلسی)

یہ اسمعیل کا حطیم ہے جس میں یہ اپنی بکریوں کو کھانا دیتے تھے

وذلك حطيم إسماعيل عليه السلام ذاك الذى كان يدور فيه غنيماته ويصلي فيه (بحار الانور از مجلسی)

یہ اسمعیل کا حطیم ہے جس میں یہ اپنی بکریوں کو رکھتے تھے اور نماز پڑھتے

تفسیر عیاشی میں ہے

ذلك حطيم ابراهيم نفسه الذى كان يذود فيه غنمه ويصلى فيه ،

یہ ابراہیم کا حطیم ہے جس میں یہ اپنی بکریوں کو کھانا دیتے اور نماز پڑھتے

ارکان کو چھونے پر اہل تشیع کا کہنا ہے جو دو کو چھونا سنت ہے ان کے نزدیک اس کا تعلق تعمیر کعبہ سے نہیں ہے
الكافي : عن عدة من اصحابنا, عن احمد بن محمد, عن ابن ابي عمير, عن ((2478)) جميل بن صالح , عن ابي عبدالله (ع) قال : كنت اطوف بالبيت فاذا رجل يقول : ما بال هذين الركنين يستلمان و لا يستلم هذان ؟ فقلت : ان رسول الله (ص) استلم هذين , و لم يعرض لهذين , فلا تعرض لهما اذ لم يعرض لهما رسول الله (ص).

اس طرح اہل تشیع کے نزدیک حطیم کعبہ کا حصہ نہیں ہے

تعمیر کعبہ کی اسود کی حدیث کو شاذ قرار دیتا ہے - تعمیر کعبہ والی روایت پر راقم کی کتاب تاریخ قبلتین میں تفصیلی کلام ہے

تاریخ میں چلا آیا ہے کہ حطیم کا اصل نام حجر اسمٰعیل تھا یعنی اس کو اسمٰعیل نے بنایا تھا